قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربہٖ فصلّٰی ﴿القرآن الکریم﴾

وہ فلاح پاگیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی ۔ کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور ۔ ۵۴۷۷۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد : ۱۲ شعبان ۱۴۱۵ھ بمطابق اپریل 1995ء شمارہ ۹

فہرست مضامین

اداریہ	۳
وہ بھی مسلمان تھے	۴
معیار	۱۵
امیر تنظیم الاخوان	۲۳
صقارہ اکیڈمی کے شب روز	۳۲
شعور عبادت	۳۶

بدل اشتراک

تاحیات : ۲۰۰۰ روپے

فی پرچہ بارہ روپے

سالانہ : ۱۵۰ روپے

غیر ملکی

	سالانہ	تاحیات
سری لنکا - بھارت - بنگلہ دیش	۳۰۰ روپے	۳۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۷۵ سعودی ریال	۲۵۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۰ سٹرلنگ پونڈ	۱۰۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ و کینیڈا	۲۵ امریکن ڈالر	۲۰۰ امریکن ڈالر

پتہ : ماہنامہ المرشد - اولیسیہ سوسائٹی - کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون : 5115086

ناشر : پروفیسر حافظ عبدالرزاق

پرنٹرز : انتخاب جدید پریس لاہور
Phones: 6314365-6368389

ماہنامہ المرشد

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مُجدّدِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیرِ اعلیٰ
نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظرِ اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

موت کا رقص جاری ہے۔ کس کی زندگی محفوظ ہے؟ کون سی جگہ محفوظ ہے؟ کونسا لمحہ محفوظ ہے؟ یہ روز روز کی منگائی میں پوشیدہ ٹیکس کی آمدن کونسی قومی خدمت کی مد میں جاتی ہے؟ ملک اور شہریوں کے دفاع کے نام پر بجٹ کا اسی فی صد کھا جانے والی پولیس اور فوج کس کے دفاع میں مصروف ہے؟ کون جواب دے گا؟

کراچی تو مکمل میدان جنگ بن چکا ہے۔ لاہور اور دوسرے بڑے شہر بھی برابر حملوں کی زد میں آچکے ہیں۔ ہر سو ڈاکے اور لوٹ مار ہے گولیاں برستی ہیں شہری مرتے ہیں۔ موت کا رقص جاری ہے۔ تھانے عقوبت خانے ہیں۔ وہاں ہر طرح کا ظلم ہوتا ہے عزتیں لوٹی جاتی ہیں۔ عدالتوں میں انصاف کی بولیاں لگتی ہیں۔ تعلیم اور امتحانوں کا ذمہ بوٹی مافیا نے اٹھا رکھا ہے۔ صحت عامہ کی سہولیات ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں سے اٹھ کر ٹی وی سکرین پر عوام کو مل رہی ہیں۔ فرقہ پسند غنڈوں نے دینی تنظیموں کے نام پر علماء کا قتل عام شروع کر رکھا ہے۔ اور جسے ہم صوبائی اور وفاقی حکومت کا نام دیتے ہیں وہ صرف ٹیکس لگانے' وصول کرنے اور اسے ٹھکانے لگانے تک محدود ہے' عوام پر تو حکومت ان کی ہے جو قتل تو کرتے ہیں نظر نہیں آتے۔ جن کو ہمارے اخبارات "دہشت گرد" کا نام دیتے ہیں۔ ان کی اپنی ریاستیں ہر شہر اور ملک کے ہر علاقے میں قائم ہے۔ عملی طور پر تو ہماری یہ "ٹیکسی حکومت" ان کی ریاستوں' ان کے حقوق اور ان کی طاقت کو تسلیم کرتی ہے۔ اسی لئے تو ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرات تک نہیں کرتی۔ لیکن ملک اور شہروں کی اندر یہ ریاستیں اپنی حدود پر قانع نہیں رہ سکتیں۔ جوں جوں ان کا دائرہ عمل وسیع ہوتا جائے گا "ٹیکسی حکومت" اور ان کے حکمران طبقے پر ان کا دائرہ تنگ ہوتا جائے گا۔ ہوا کا رخ تاریخ کی شاہراہ پر ہی چلتا نظر آ رہا ہے کہ شہریوں کی زندگی اور خون سے کھیلتے کھیلتے اکثر سیاستدانوں' حکمران طبقے' پولیس اور فوج کے جرنیلوں کا خون ان کے منہ کو لگ جائے گا۔ جو اب تک "ہنوز دہلی دور است" کہہ کر خود کو محفوظ سمجھے بیٹھے ہیں۔ لیکن دشمن دہلی کے قریب آجائے تو بھاگنے کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہوا کے دوش پر اڑنے والا جہاز بھی طاقتور اور نامور جرنیلوں کو محفوظ مقام تک پہنچانے سے انکار کر بیٹھتا ہے۔

تاج رحیم

وہ بھی مسلمان تھے

ملک محمد اکرم اعوان

سورة الاحزاب کو احزاب اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں غزوہ احزاب کا تذکرہ بالتفصیل ہے۔ غزوہ احزاب مشرکین اور یہود عرب کی مشترکہ کاوشوں کی بہت بڑی کوشش اور آخری کوشش جو اسلام کو مسلمانوں کو ریاست اسلامی کو' اسلامی نظام کو ہر ایک شے کو نابود کر دینے کے لئے کی گئی تھی اس کا پس منظر یہ تھا کہ یہود مدینہ جو مشرکین سے خار رہتے تھے اور خود کو اہل کتاب کہتے تھے ان کا وفد تقریباً" بیس سردار یہودیوں کے مکہ مکرمہ مشرکین مکہ کے پاس گئے کہ تمہیں بدر میں ہزیمت ہوئی احد میں تمہیں شکست ہوئی اور یہ تمہارے مذہب کے خلاف ہمارے خلاف ایک بہت بڑی طاقت بنتی جا رہی ہے اور اسے یوں ہلکا نہ سمجھو بلکہ سارے مل کر اجتماعی قوت سے اس پر ضرب لگائی جائے اور تفاسیر میں موجود ہے کہ اس سے پہلے چونکہ یہ اہل کتاب تھے تو مشرکین سے میل جول نہیں رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے کہا کہ بھئی تم تو ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتے ہمیں مشرک کہتے ہو خود اہل کتاب بنتے ہو اور مسلمان بھی کہتے ہیں ہمارے پاس کتاب ہے تو تم کیا سمجھتے ہو انہوں نے کہا مسلمانوں کی نسبت تم حق پر ہو۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ جھوٹ ہے لیکن انہیں میدان میں لانے کے لئے یہودیوں نے اس کی بنیادی سازش کا تانا بانا تیار کیا۔ یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر آج تک اسلام سے برسرپیکار ہیں۔ جو اعتراضات مشرکین مکہ کرتے تھے وہ بھی یہود کے علماء انہیں سکھاتے تھے حتیٰ کہ مدینہ کی آبادیوں میں بھی مکہ مکرمہ کے لوگ سوال سیکھنے کے لئے اور اعتراض سمجھنے کے لئے آتے تھے۔ اس ساری سازش کا تانا بانا یہودیوں نے بنا اپنی حمایت کا یقین دلایا نہ صرف یہ بلکہ مکہ کے روساء کے ساتھ بیت اللہ میں جا کر کعبۃ اللہ سے چمٹ کر معاہدہ کیا اور قسمیں کھائیں کہ ساتھ رہیں گے پھر مکے کا وفد ساتھ لے کر ایک ایک قبیلے میں گئے اور قبائل عرب کو جو شرک اور کفر پر قائم تھے انہیں متحد کیا اور یوں ایک لشکر جرار تیار کر کے مدینہ منورہ کی چھوٹی سی ریاست پر چڑھا لائے۔ چار ہزار جنگی نوجوان خود قریش کے اپنے تھے صرف ایک جانب سے نہیں بلکہ بنو غطفان خیبر کے قریب ان کی آبادی تھی۔ اس طرف سے بھی انہیں حلیف بنا کر لائے اور مختلف روایات ہیں بعض دس کی' بعض بارہ کی' بعض پندرہ کی لیکن میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جوں جوں لشکر بڑھتے گئے تو اس کی وہ روایات بھی متعدد ہو گئیں۔ مختلف قبائل شامل ہوتے گئے تو یوں پندرہ ہزار جنگجو سپاہیوں نے جن کے پاس راشن' اسلحہ' بہترین سواریاں' گھوڑے' خیمے' کھانا پینا' سب کچھ موجود تھا پندرہ ہزار کا لشکر جرار چڑھا کر مدینہ منورہ پر لائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی دفعہ ایک نئی تکنیک جنگ کی جو تھی وہ اختیار فرمائی

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر جنگ میں جنگی مہارت کا جو ثبوت دیا ہے وہ جنگی تاریخ میں سورج کی طرح روشن مثال ہے۔

بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے پہنچ کر چشموں پر قبضہ کر لیا۔ میدان پر قبضہ کر لیا اور دشمن کو اپنی پسند کے میدان میں لڑنے پر مجبور کر دیا۔ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی توقع کے خلاف پہاڑ کو پیٹھ پیچھے رکھ کر اس پر پہرے دار بٹھا کر اپنی افواج کی پیٹھ محفوظ کر لی اور کافروں کو شکست اٹھانی پڑی۔ یہاں حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ ہمارے ہاں فارس میں جب جنگیں ہوتی ہیں تو بادشاہ قلعوں کے گرد یا شہروں کے گرد خندق بنا دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تجویز پسند آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبل سلع کے سامنے ایک طرف سے یہود کے قلعوں سے لے کر دوسری طرف میدان احد تک جہاں سے شہر پہ یلغار ہونے کا کوئی راستہ تھا تقریباً ساڑھے تین میل لمبی خندق کی نشان دہی کی یہ ساڑھے تین میل لمبی خندق تقریباً پندرہ فٹ گہری تھی پانچ گز اور چوڑائی بھی اس کے لگ بھگ یا اس سے زیادہ ہو گی چونکہ اس میں یہ خیال رکھا گیا تھا کہ کوئی اچھے سے اچھا گھوڑا بھی دوڑ کر آئے تو اسے عبور نہ کر سکے اور یہ ساری خندق لشکر اسلام نے چھ دنوں میں کھود کر تیار کر دی تھی۔ چونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اطلاع پہنچی تو مشرکین کا لشکر مکے سے نکل رہا تھا تو چھ دنوں میں ساڑھے تین میل لمبی خندق پندرہ فٹ گہری اور اس سے زیادہ چوڑی تیار ہو گئی۔ خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قمیض مبارک اتاری ہوئی تھی اور تہ بند کس کر باندھا ہوا تھا مٹی کھود بھی رہے تھے اور ڈھو بھی رہے تھے اور اللہ کی شان عجیب ہے ساری خندق بڑے آرام سے تیار ہو گئی لیکن حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک چٹان آ گئی جس میں ان کے اوزار ٹوٹ گئے گینتیاں ٹوٹ گئیں، کدالیں ٹوٹ گئیں۔ چٹان ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ اللہ کریم یہ بتانا چاہتے تھے کہ تجاویز میں بھی جان رب پیدا کرتا ہے خندق اگر کھودی ہی نہ جا سکتی تو کیا ہوتا جنہوں نے تجویز کی تھی انہی کے سامنے چٹان کھڑی کر دی۔ کسی نے عرض کیا چونکہ دس دس ساتھیوں میں ٹکڑے بانٹ دیئے گئے تھے۔ ان کے دوسرے ساتھیوں نے عرض کیا کہ اس میں تھوڑا سا کرب دے لیتے ہیں چٹان ایک طرف رہ جائے گی اور خندق بنانا دشمن کی فوجوں کو روکنا مقصود ہے۔ انہوں نے کہا لیکن اس کی لائن جو ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں چھڑی لے کر دونوں خط لگائے ہیں اس لائن کو کون توڑے گا۔ جو لائن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لگائی ہے کہ یہاں خندق کھودی جائے اسے کون توڑے گا یہ تو ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور محدثین لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیٹ اور پشت مبارک مٹی سے اتنی ڈھک گئی تھی کہ نظر نہیں آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدال لے کر اس پر تین ضربیں لگائیں اور ایک ایک ضرب میں اس کا ایک ایک حصہ ٹوٹتا گیا اور چٹان ٹوٹ گئی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہو کر بیٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر مبارک نیچے رکھ دی اور اوپر تشریف فرما ہوئے اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چٹان ٹوٹ گئی ہے یہ تو ٹھیک ہے لیکن ہر ضرب میں ایک شعلہ بلند ہوا ہے جو آسمانوں کو چھو رہا تھا۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تو نے وہ روشنی دیکھی۔" "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھی اور میں یہی جاننا چاہتا ہوں کہ اس روشنی کی حکمت کیا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "پہلی روشنی میں میں نے یمن کے محلات اور ان کے خزانے دیکھے ہیں دوسری میں میں نے کسریٰ کی سلطنت اور رومیوں کا پایہ تخت دیکھا ہے

تیسری میں میں نے کسریٰ کی ایران کی فارس کی سلطنت اور اس کے قلعے دیکھے ہیں" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کریم میرے خادموں کو یمن سے لے کر قیصر کی سلطنت اور کسریٰ کی حکومت تک یہ ساری چیزیں ان کے قدموں میں ڈھیرے کرے گا۔ یہ بات اس وقت ہو رہی ہے جب پندرہ ہزار کا لشکر جرار اس لئے آ رہا ہے کہ اس ساڑھے تین ہزار کی آبادی کے چھوٹے سے گاؤں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے کوئی مکان، کوئی انسان، کوئی بچہ، کوئی بوڑھا، کوئی عورت، کوئی گھر آباد نہ رہے اور لشکر کفار کا انداز میدان جنگ میں لڑنے کا نہیں تھا ان کے بڑھنے کا انداز یہ تھا کہ اس طرح ہر چیز کو روندتے شہر میں داخل ہو جاؤ کسی کو سپیر نہیں کیا جائے گا۔ نہ مکان کو، نہ گھر کو، نہ انسان کو، نہ جانور کو صفحہ ہستی سے مٹا دو نظر نہ آئے ایسا معلوم ہو کہ یہاں کوئی انسانی آبادی آباد ہی نہ تھی۔

منافقین نے مذاق اڑایا کہ جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور یہ فتح کرنے چلے ہیں قیصر اور کسریٰ کو۔ قیصر اور کسریٰ کا نام لینا اس دور میں بہت مشکل تھا جس طرح آج لوگ امریکہ سے مرعوب ہیں۔ اس سے زیادہ طاقت قیصر و کسریٰ کے پاس تھی۔ اس زمانے میں وہ دونوں سپر پاورز تھے۔ یہ پس منظر تھا۔

مسلمانوں نے بیوی بچے بوڑھے بیمار ایک قلعے میں جمع کر دیئے تھے اور مسلمانوں کا جو لشکر برسرپیکار تھا اس میں پندرہ سال تک کے بچے کو شمولیت کی اجازت دی گئی تھی۔ پندرہ سال سے کم عمر کے بچے الگ تھے۔ تین ہزار تعداد مسلمانوں کی بن جاتی تھی اور اس پس منظر میں جب منافقین الگ ہو گئے بلکہ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ یہ صرف الگ نہیں ہو گئے ان سے اگر کافر مدد مانگیں تو یہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے کو تیار ہیں طنز کر رہے تھے طعنے دے رہے تھے پھر دعوت دے رہے تھے کہ چھوڑ دو جنگ چھوڑ دو۔ اپنے اپنے رشتہ داروں کو جو جو ان کے تعلقات والے تھے کہ واپس آ جاؤ یہاں تو سوائے موت کے کچھ نہیں کیوں موت کے منہ میں جاتے ہو اور اس طوفان کو روکنا ان کے بس کی بات نہیں اور یہ تمہیں۔

مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا۔ اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ محض دھوکا ہے کیوں مرتے ہو اس میں تباہ ہو جاؤ گے۔

یہ جو میں نے آیہ کریمہ پڑھی ہے یہ اس پس منظر میں قرآن نے بیان کی ہے ہمارے ہر وعظ میں اور بیشتر تقاریر میں اکثر علمائے کرام سامعین بیان کرتے ہیں سنتے ہیں۔ **لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ**۔ یہ اتنی زیادہ بیان ہوتی ہے اور اتنی زیادہ تقاریر میں۔ لیکن اس کا پس منظر کیا ہے اور کس مقام پر کھڑا کر کے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلنا ہے۔ ایک طرف قبائل عرب کا پندرہ ہزار کا مسلح لشکر جرار ہے دوسری طرف مٹھی بھر کی جمعیت جن کے پاس کھانے کو پورا نہیں ہے اور پیٹ پر پتھر باندھ رہے ہیں۔ عرب کا قاعدہ تھا کہ فاقہ جب ہوتا، دو تین فاقے آ جاتے تو پیٹ میں گیس پیدا ہو جاتی ہیں ان کا علاج یہ تھا کہ وہ پتھر رکھ کر اوپر کس کر باندھ دیتے تھے کہ وہ گیس پیدا نہ ہوں اور تکلیف نہ دے۔ تو لوگوں نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے کھانے کو نہیں تھا، اسلحہ کافی نہیں تھا، مقابلے کی سواریاں نہیں تھیں۔ اسباب مادی نہیں تھے اور صرف اور صرف اللہ اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تھی اللہ کی مدد پر بھروسہ تھا اور حالات اتنے مشکل تھے کہ قرآن حکیم فرماتا ہے۔

وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا۔ جھنجوڑ کر رکھ دیا گیا **زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ**۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں پتھرا جاتی تھیں اس لشکر کی اس کی آمد اور اس کے شور و شر اور اس کی اس جولانیوں کو دیکھ کر دل حلق میں آن اٹکتے تھے اچھل کر۔ **زَاغَتِ الْاَبْصَارُ**۔ اور دل حلق میں آ کر اٹکتے تھے۔ **بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ**۔ دل

اچھل کر آ کر حلق میں آ اٹکتے تھے اور فرمایا وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا۔ مسلمانوں کو قدرت باری نے جھنجوڑ کر رکھ دیا اور اس حال میں فرمایا کہ ایک طرف دنیا ہے دنیا کی سلطنت ہے دنیا کی دولت ہے دنیا کے حکمران ہیں لیکن ان کی بغل میں کفر بھی ہے، مادی طاقت بھی ہے، دولت بھی ہے، عیش و آرام بھی ہے لیکن کفر کے ساتھ ہے اور دوسری طرف محض اللہ پر بھروسہ ہے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور اللہ کی رضا ہے موت کا ڈر بھی ہے زندگی کے جانے کا خدشہ بھی ہے گھروں کے اجڑنے اور تباہ ہونے کا ڈر بھی ہے بیوی بچوں کے مرجانے کا اندیشہ بھی ہے گھروں کے لٹنے کا خطرہ بھی ہے اس حال میں کیا کرو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

وہی کرو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنا چاہتے ہیں جس راستے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرتے ہیں۔ تمہارے لئے چاند اور سورج رہنما نہیں ہیں تمہارا راستہ متعین ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوش کف پا سے ستارے تمہاری سمت متعین نہیں کرتے۔ سورج تمہارے لئے راستے روشن نہیں کرتا۔ چاند سے تمہیں اپنا راستہ نہیں تلاش کرنا۔ تمہارا راستہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوش کف پا میں ہے اور یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ سے سرخرو ہو کر ملنا چاہتے ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہو کر حاضر ہونا چاہتے ہیں اور یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو کثرت سے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔

لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ۔ جو میدان حشر میں سر اٹھا کر چلنا چاہتے ہیں۔ جو میدان حشر میں آبرو مندانہ طریقے سے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کی تمنا رکھتے ہیں جو زندگی بھر راتوں کو، دنوں کو سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، گھر باہر، ظاہر باطن کو اللہ کی یاد سے آراستہ رکھتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے اس سارے کا حاصل یہ ہے کہ تم اس راستے پر چلو جس پر میرا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چل رہا ہے اور آگے ارشاد ہوتا ہے وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ۔ منافقین نے، کفار نے، دنیا نے دیکھا تو ان کی آنکھیں پتھرا گئیں ان کے دل حلق میں آن اٹکے لیکن جب مومنین نے دیکھا ایک لشکر جرار کو بڑھتے اور زمین کی گرد اڑ کر آسمانوں تک پہنچ رہی ہے اور طوفان ہیں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں اسلحے کی جھنکار تلواروں اور نیزوں کی چمک کبھی بجلیاں چمکتی ہیں کبھی کڑک اٹھتی ہے کبھی گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور لشکر کا شور۔ عرب نے پندرہ ہزار کا لشکر کسی مہم پر اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ جزیرہ نمائے عرب میں کوئی ایسی جنگ تاریخ میں نہیں ملتی کہ پندرہ ہزار کا لشکر جرار کسی آبادی پر ٹوٹ پڑا ہو جب مومنین نے دیکھا تو انہوں نے فرمایا۔

قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ یہ وہ گھڑی ہے جس کا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ کیا تھا کہ حق قبول کرو گے تو کفر تم پر ٹوٹ پڑے گا۔ دنیا گھبرا گئی لیکن مومنین نے کہا امتحان ہے۔ اب مزا آئے گا اب پتہ چلے گا کہ ایمان کیا ہے اور کفر کسے کہتے ہیں اب پتہ چلے گا کہ اللہ کی مدد کیا ہوتی ہے اور بتوں پر بھروسہ کرنے والے اور مادی وسائل پر بھروسہ کرنے والے کس انجام کو پہنچتے ہیں۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ انہوں نے کہا سچ کہا اللہ نے بھی اور سچ فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اور یہ سارے موت کے اسباب اور بظاہر تباہی کے اسباب۔

وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا۔ ان کے جذبہ تسلیم و رضا کو بڑھا گئے دو چند کر گئے اس لئے کہ یہ لوگ ہی ایسے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رستم کو فارس کی ایک جنگ میں سب سے آخری معرکے میں انہوں نے سب سے بڑا آخری انسان رستم نکلا تھا اسے جو خط انہوں نے لکھا اس کا مضمون بھی یہی تھا فرمایا کلمہ پڑھ لو ہم چاہتے یہ ہیں کہ تم بھی اللہ کی عظمت قبول کر لو تم

ہمارے بھائی ہو اگر کلمہ نہیں پڑھنا چاہتے تو اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون ہو گا تمہیں حق حاصل نہیں ہے کہ غریب پر ظلم کرو۔ کیسی عجیب بات ہے اسلامی ملک نہیں ہے اسلامی ریاست نہیں ہے ملک کافروں کا' ریاست کافروں کی' مسلمان کہتے ہیں قانون تمہارا نہیں ہو گا۔ کسی پر ظلم نہیں کرو گے کسی کو شرک اور کفر پر مجبور نہیں کرو گے' کسی کو بدکاری پر مجبور نہیں کرو گے' کسی کو حرام کھانے پر اور سود کھانے پر مجبور نہیں کرو گے اگر کرو گے تو ہم اللہ کے بندوں کا دفاع کرنے کے مکلف ہیں کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی مخلوق پر کوئی دوسرا ظلم نہ کرے ہم اس کے مکلف ہیں بہتر ہے کہ تم یہ بات قبول کر لو اور اس کی ضمانت یہ ہو گی کہ مسلمانوں کو ٹیکس ادا کرو گے اور اس ٹیکس سے ہم ایسا نظام بنائیں گے جو تمہاری نگہداشت کرے اور ظلم نہیں کرنے دے گا اس کا خرچہ بھی تم دو گے تم جزیہ دو گے ہم تمہارے حقوق کا تحفظ کریں گے۔ انہوں نے کہا یہ کیسی بات کرتے ہو ملک ہمارا لوگ ہمارے ہم کسی کو زندہ رکھیں یا ماریں تم کون ہوتے ہو۔ انہوں نے کہ ہم اللہ کے سپاہی ہوتے ہیں اللہ نے حکم دیا ہے کہ دنیا سے ظلم مٹایا جائے اور اگر تمہیں یہ بھی قبول نہیں ہے تو آپ نے ایک جملہ لکھا۔ فرمایا رستم میرے ساتھ وہ لوگ ہیں۔

یُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ کَمَا یُحِبُّوْنَ الفارس الخمَرَ۔ یہ موت کو اس سے زیادہ پیارا رکھتے ہیں جتنے تم فارس والے شراب کی بوتل سے پیار کرتے ہو یہ زندہ رہنے کے لئے گھر واپس جانے کے لئے نہیں آئے یہ گھروں سے موت کی تلاش میں نکلے ہیں۔ یہ مرنا چاہتے ہیں مرنا جانتے ہیں اور یہی حال یہاں صحابہ کرام کا یہاں قرآن بیان کر رہا ہے۔

وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا۔ ان کے ایمان میں اور زیادتی ہوئی۔ جذبہ تسلیم و رضا اور بڑھا۔ پھر اللہ ان کا حال بیان فرماتا ہے پھر اس پورے ٹاپک کو چھوڑ کر قرآن دوسری طرف رخ کر لیتا ہے اپنے بیان میں فرماتا ہے کیا عجیب لوگ تھے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فرمایا میرے عجیب بندے ہیں جو وعدہ رب سے کیا سچ کر دکھایا۔ پوری دنیائے کفر ٹوٹ پڑی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی یہ نہ سمجھئے کہ یہ جنگ مذاکرات کے بغیر ہو گئی تھی مشرکین نے پوری کوشش کی تھی اور بالآخر ایک بات پر آ کر جم گئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جی چاہے کریں جس طرح جسے چاہیں حلال قرار دیں جس چیز کو چاہیں حرام قرار دیں ہمارے ساتھ ایک رعایت کریں۔ ہمارے بتوں کو باطل نہ کہا جائے ہم جانے ہمارے بت جانیں آپ انہیں باطل کہنا چھوڑ دیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مذہب کا پرچار کریں اپنے خدا کو منوائیں اپنے رب کی عبادت کریں لوگوں سے جو آپ کی بات مانتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جائے لیکن آپ ہمارے خداؤں کو جھوٹا اور غلط کہنا چھوڑ دیں یہ آخری درجہ تھا گھٹتے گھٹتے جہاں تک مشرکین آ گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نہ کسی کو برا کہتا ہوں نہ بھلا میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ جو پیغام دیتا ہے انسانیت تک پہنچانا یہ میرا فریضہ ہے رب کسی کو برا کہتا ہے تو اسے حق حاصل ہے وہ مالک الملک ہے رب کسی کو غلط کہتا ہے وہ غلط ہے۔ تو وہ کہتا ہے اس کا کہا حق ہے اور جو رب مجھے کہنے کا حکم دیتا ہے وہ کہنا میرا منصب ہے اس سے تم مجھے نہیں روک سکتے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ کیسے عجیب لوگ تھے صحابہ کرام۔ صحابہ کرام پر جتنے اعتراضات ہوتے ہیں اسلام کے نام پر بھی جتنے فرقے بنے ہیں جو صحابہ پر اعتراض کرتے ہیں ان کی اگر تحقیق کریں تو ان کی بیس BASE یہودی ہیں۔ بنیاد یہودی ہیں اور یہودیوں نے بنائے ہیں اس لئے کہ صحابہ کرام کی ذوات آج بھی اسلام کی حفاظت کے لئے شمشیر بکف صحابہ ہیں میں اور آپ نہیں۔ ہم سے اسلام ثابت نہیں ہوتا' ہم سے قرآن ثابت نہیں ہوتا' ہم سے حدیث ثابت نہیں ہوتی' ہم کہیں گے ہم نے اگلوں سے سنا وہ اگلوں سے' اگلوں سے ثبوت جا کر صحابہ سے فراہم ہو گا۔

جنہوں نے براہ راست محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ یہ حضور اکرم سے سنا اور یہ حضور اکرم نے فرمایا قرآن ہے۔ یہ حضور اکرم سے سنا یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حدیث ہے آج بھی تحفظ دین کا فریضہ انہی کندھوں پر ہے جن پر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا تھا اور کوئی بے دین بدکار جب دین میں تفرقہ یا کوئی نیا عقیدہ یا کوئی بدعت جاری کرنا چاہتا ہے تو اسے ان کے ساتھ لڑنا پڑتا ہے ان پر اعتراض ان کی ذوات مقدسہ کے احترام میں کمی کر کے اور وہاں اعتراض کر کے۔ حتی کہ مرزا قادیانی کو بھی صحابہ پر اعتراض کرنے پڑے اپنی نئی نبوت گھڑنے کے لئے یہ بھی یہودیوں ہی کا ایک پروردہ ایک پودا تھا۔ اللہ فرماتا ہے کیسے کھرے لوگ تھے اللہ سے جو وعدہ کیا لا الہ الا اللہ سچ کر دکھایا کسی طاقت کے سامنے جھکے نہیں کسی لالچ میں نہیں آئے اور ان میں۔ وہ لوگ بھی ہیں۔

قَضٰی نَحْبَهٗ جو جان دے کر اپنا مقدمہ ہی چکا گئے قصہ ہی ختم ہو گیا اور جو بچ گئے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ جو بچ گئے وہ جان دینے کی راہ میں منتظر بیٹھے ہیں یعنی جو بچے انہیں یہ نہیں کہ ہم بچ گئے ہم فارغ ہو گئے وہ اس انتظار میں ہیں کہ ہماری جان بھی کام آئے۔

وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ رائی برابر اپنی جگہ سے نہیں سرکے۔ اتنے بڑے طوفان بھی ان کے پاؤں میں لغزش پیدا نہیں کر سکے اور فرمایا یہ آزمائشیں ہوتی ہی اس لئے ہیں۔

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ۔ کہ اللہ کھروں کو مخلوق میں سورج کی طرح نکھار کر روشن کر کے انہیں انعام دے۔ کافر میدان حشر میں یہ نہ کہتا رہے کہ اللہ بھی جو ہے وہ دھڑے پال رہا ہے اپنی وہ کر رہا ہے کچھ لوگوں پر بے جا عنایات ہو رہی ہیں اور ہمیں خواہ مخواہ دبایا جا رہا ہے اللہ بھی کسی کی طرف داری کر رہا ہے بلکہ انہیں پتہ ہو کہ یہ نوک شمشیر پر چل کر آئے ہیں تم جس میدان سے بھاگ گئے تھے وہاں انہوں نے جانیں دی تھیں۔

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ۔ اور منافقوں پر عذاب آنے کے لئے یہ مواقع بنتے ہیں اور یہ انقلاب بنتے ہیں منافق بظاہر تو میدان سے بھاگتے ہیں بھاگنا بھی ان کے لئے عذاب بن جاتا ہے اللہ کی گرفت سے نہیں بھاگ سکتے لیکن وہ اتنا کریم ہے کہ منافق بھی توبہ کر لے تو وہ قبول کر لیتا ہے۔

اِنْ شَاءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ۔ کوئی توبہ منافق بھی کر لے تو جب تک زندگی باقی ہے وہ اپنی رحمت کا دروازہ بند نہیں کرتا اس لئے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ اللہ بہت معاف کرنا والا اور رحم کرنے والا ہے۔

کہاں وہ مسلمان جو اس بات کے لئے جان دے رہا تھا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر جو اللہ نے انسانی حقوق دیئے ہیں ان میں کوئی مداخلت نہ کرے ورنہ ہم اسے بنوک شمشیر روک دیں گے اور کہاں ہم' جنہوں نے کافروں کی غلامی ان کا جھوٹا کھانے پر قبول کر لی ہے۔ کتنا فاصلہ ہے۔ بڑی عجیب بات ہے۔ آج اخبارات اور کتابیں بھی چھپیں عورت کی حکومت اور حکمرانی کے حق میں۔ ٹھیک ہے اچھی بات ہے چھپنی چاہئیں لیکن سادہ سی ایک بات' چھوٹی سی پورے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی خاتون کو نماز پڑھانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ خواتین میں خدیجہ الکبریٰؓ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہما جیسی ہستیاں شامل تھیں لیکن امامت صغرا کی ایک چھوٹی سی امامت کی اجازت نہیں دی گئی لقمے کی ضرورت پیش آگئی امام نماز پڑھا رہا ہے۔ قرآن پڑھتے ہوئے اسے متشابہ لگ گیا بھول گیا کوئی اور آیت پڑھ رہا تھا درمیان میں کوئی زیر زبر غلط پڑھ گیا یا آگے چلا گیا۔ مرد ہے تو وہ بول کر بتا دیتا ہے اگر پیچھے پڑھا ہوا حافظ کھڑا ہے تو وہ بول کر آواز میں بتا دیتا ہے وہ اس آیت کو دہرا لیتا ہے خاتون حافظ پیچھے کھڑی ہے نماز میں اور اس نے سمجھ لیا کہ مولانا بھول گئے ہیں تو فقہ میں موجود

ہے کہ وہ اپنے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر آواز پیدا کرے منہ سے آواز نہ نکالے۔ نماز خراب ہو رہی ہے اور امام بھولتے ہیں۔ اس طرح کہ مجھے یاد ہے ہم ایک دن فجر کی نماز پڑھ رہے تھے جو آیت اور جو کردار جنتیوں کا تھا کردار وہ پڑھ کر جو نتیجہ دوزخیوں کے حق میں پہلی آیت میں گزر چکا تھا۔ مولانا نے وہ پڑھ دیا اگر اسے دیکھا جائے تو ایک طرح سے کفر بن گیا نماز کہاں ہونی تھی اس طرح آدمی بھول جاتا ہے وہ آیتیں ساتھ ساتھ تھیں ایک جگہ نیک اعمال اور ان کا نتیجہ اور آگے برے اعمال اور ان کا نتیجہ۔ تو انہوں نے کردار تو نیکوں کا پڑھا اور بھول گئے اور آخری نتیجہ بدکاروں کا پڑھا درمیان میں عبارت رہ گئی۔ اگر خاتون سن رہی ہو تو وہ بول نہیں سکتی بلکہ آواز پیدا کرے جو نیچے ہاتھ ہے اس کی پشت پر اوپر والا ہاتھ اس طرح مارے کہ امام سمجھ لے کہ میں بھول رہا ہوں یا درست کر لے یا بھول جائے تو کوئی اور آیت پڑھ کے رکوع کر دے۔ آیت کو وہیں چھوڑ دے لیکن عورت کو بول کر بتانے کی اجازت نہیں ہے حکومت کیسے کر سکتی ہے اس کا شرعی جواز کیا ہے۔

ملکوں کی تقدیروں کے فیصلے میدان جنگ اور میدان جہاد میں ہوتے ہیں۔ اگر عورت کے بس کی بات ہوتی تو حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیادت سونپی جاتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ میں حج پر تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودیوں کے سازشیوں باغیوں نے شہید کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں موجود تھے اور یہ ان کا تدبر، حلم اور ان کی عظمت ہے کہ پوری مسلمان قوم کو خانہ جنگی سے بچا لیا۔ شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پوری مسلم امت خانہ جنگی کا شکار ہونے والی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ذات کو درمیان میں ڈال کر بچا لیا اور قاتلان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وقتی طور پر سزا سے بھی بچا لیا کہ اس وقت کا تقاضا ہی یہی تھا کہ ان سے فوری قصاص نہ لیا جاتا تاکہ حکومت مستحکم ہو جاتی اور مزید ابتری نہ پھیلتی اور پھر ان سے انتقام لیا جاتا اور جب صحابہ کرام کو اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پتہ چلا مکہ مکرمہ میں۔ تو آپ بجائے مدینہ واپس جانے کے بصرہ چلی گئیں جہاں مسلمانوں کی بہت طاقت جمع تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ لوگ گھیر کر لے گئے بصرہ جو اس بغاوت میں ملوث تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر حملہ نہ کیا نہ ان کا کسی نے جواب دیا۔ تین دن تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بصرہ میں تھے اور باقی سارے لوگ بھی حضرت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ بھی بصرہ میں تھیں کوئی جنگ نہیں ہوئی بصرہ میں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو داخلے سے کسی نے روکا نہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو وہاں کسی نے پہنچنے سے روکا۔ صحابہ کرام کی ساری اس ملاقاتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اب جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بصرہ میں آ گئے ہیں اسلامی لشکروں کا مرکز اور بہت بڑی چھاؤنی بھی یہ ہے اور باغی بھی ساتھ آ گئے ہیں تو اب یہ موقع ہے کہ یہاں تحقیق کر لی جائے کہ کون کون بغاوت میں اور قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک تھا اور اسے یہاں اریسٹ کر لیا جائے ہو سکتا ہے یہ بات جب باغیوں کے کانوں میں پہنچی ہو تو انہوں نے علی الصبح سحری اٹھ کر سوئے ہوئے لوگوں پر حملہ کر دیا دوسری طرف وہ ہڑبڑا کر اٹھے انہوں نے سمجھا اس فوج نے حملہ کر دیا ہے انہوں نے جوابی کاروائی کی یہ تھی ساری جنگ جمل جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے جہاں قیام گاہ تھی وہاں آرام فرما رہی تھیں۔ اس میں سرے سے شامل تھی ہی نہیں اور نہ وہ جنگ ہی ہوئی۔ جب تک وہ باغیوں کی شورش چلتی رہی اس پر دونوں طرف کے دانش مندوں نے قابو پا لیا لیکن تب تک بہت سے اکابر صحابہ بھی شہید ہو چکے تھے جنہیں چن چن کر ان روافض نے ہی شہید کیا اور جب قابو پا لیا گیا انہوں نے سمجھا کہ اب ہمارے بچنے کی کوئی امید نہیں تو وہیں سے الگ ہو گئے اور خارجیوں کے اس گروہ نے کہا علی رضی اللہ عنہ بھی کافر ہو گیا یہ ان کے ساتھ مل گیا ہے۔ تو وہاں سے خوارج کی بنیاد پڑی یہ اتنا بڑا

تاریخی جھوٹ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کس فوج کی قیادت کر کے لے گئیں اور وہاں جنگ کرائی۔ یہ کوثر نیازی صاحب ہی کہہ سکتے ہیں کوئی پڑھا لکھا بندہ ایسا نہیں کہہ سکتا یہ بہت بڑا جھوٹ ہے۔

بہرحال میں بات کر رہا تھا اپنے دور کی' اپنے عہد کی یہ بھی یہودیوں کی سازش ہے کہ مسلمان ممالک میں خواتین کو حاکم بنایا جائے گا بنگال میں' پاکستان میں' ترکی میں' مسلمان ممالک میں سودی معیشت رکھی جائے حرام کھلایا جائے اور مسلمان ممالک میں غیر اسلامی قوانین رکھے جائیں یہ ساری انہی یہود کی سازش ہے جو یہود مدینہ منورہ پر لشکر چڑھا کر لائے تھے وہ تب سے اب تک میدان جنگ میں ہیں اور ہم میدان چھوڑ چکے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے کچھ لوگ تو بک ہی گئے کچھ لوگوں نے تو کہا ٹھیک ہے جو ان کا بچا ہوا ملتا ہے وہی کھا کر گزارا کرو وہ تو بک ہی گئے اور انہوں نے گلے میں پٹے ڈال لئے اپنا عمل اپنا کردار ان کے تابع کر دیا۔ وہ تو شکل سے' عقل سے' لباس سے' کھانے پینے سے' اٹھنے بیٹھنے سے نہیں لگتے کہ مسلمان ہیں شرابیں پیتے ہیں ناچ گانے سنتے ہیں عیاشی کرتے ہیں لوٹ کر کھاتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ کروڑوں میں بکتے ہیں اب دیکھ لو ووٹر غریب تو ووٹ دینے کے لئے گاڑی پر گیا پیدل واپس آیا سارا دن بھوکا پیاسا رہا۔ جس نے ووٹ لئے وہ دو دو دس دس کروڑ میں بک رہا ہے۔

لیکن اس سارے کے ذمہ دار ہم ہی ہیں۔ جس نے ووٹ دیئے جو جرم ہو رہا ہے جو برائی ہو رہی ہے اس میں وہ بھی شریک کار ہے اتنا ہی اور اسوہ حسنہ کی دعوت اس کے ماسبق کو اس کے سیاق و سباق کو دیکھیں تو طاغوتی طاقتوں اور کافر قوتوں کے مقابلے کے لئے دعوت دیتے وقت یہ آیہ کریمہ اللہ نے ارشاد فرمائی ہے۔ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**۔ تمہارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں ہی بہترین رہنمائی ہے۔ ایک طبقہ ادھر بک گیا۔

دوسرے نے کہا ہم وظیفے پڑھتے ہیں' ہم چلے کاٹتے ہیں' ہم نفلیں پڑھتے ہیں' ہم تسبیحات پڑھتے ہیں' ہم تلاوت کرتے ہیں تو اتنی بڑی دعائیں کرتے ہیں خدایا جرمن کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں انہوں نے یہ جہاد سمجھ لیا۔ ہم دعا کرتے ہیں خدایا کافروں کے کارتوس چلنے سے رک جائیں خدایا دشمن کا بم نہ پھٹے اور آپ نے دیکھا ہو گا جب ایک دو جنگیں مختصر سی ہوئیں تو ایک بڑا پراپیگنڈہ شروع ہوا کہ جہاز بم پھینکنے آیا نیچے ایک بندہ کھڑا تھا اس نے سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے بم اٹھا کر دریا میں پھینک دیا اس طرح کے افسانے شیخ چلی کے جوڑ کر اسے مذہب کا روپ دے دیتے ہیں اور پھر ساری عمر کہتے ہیں وہ سبز کپڑے والا ہمارا دادا تھا ہمیں پیسے دیتے رہو۔ تو دادا جو بم اٹھا کر دریا میں پھینک سکتا ہے کسی کافر کا خزانہ لا کر بھی تمہیں دے دے ہم سے کیوں مانگتے ہو اسی کو کہو جو اتنا کام کر سکتا ہے اسی جہاز کو لا کر بیچ دے اور تمہیں بہت سی دولت مل جائے تو یہ ساری خود فریبی ہے بے دینی ہے اور بعض دیندار جو ہیں وہ نیکی میں مار کھا گئے کہ شاید کونے میں بیٹھ کر دعائیں کرنے سے دیگیں پکانے سے بکرے کاٹنے سے کفر مغلوب ہو جائے گا۔ نہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہیں وہی کرنا ہو گا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا۔ کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا ہو گی۔ کفر کے راستے میں خندق کھودنا ہو گی اپنی جان اپنے جگر گوشے اپنا مال دینا ہو گا۔ ایذائیں برداشت کرنا ہوں گی سر میدان مقابلہ کرنا ہو گا۔ تب کفر مغلوب ہو گا تمہاری دعاؤں سے اس کی توپوں میں کیڑے نہیں پڑیں گے۔ تمہیں وہ توپیں چھین کر ان کا منہ موڑ کر کفر کی طرف فائر کرنی پڑیں گی۔ اور اگر یہ راستہ کسی کو قبول نہیں ہے تو اللہ فرماتا ہے تیرا تصوف' تیرا تزکیہ' تیری کثرت ذکر' تیری نمازیں' تیرے روزے ان سے میں نے کوئی مینار بنانا ہے؟ تو اپنے پاس رکھ۔ عبادات ہوتی ہیں بندے کو قرب الٰہی عطا کرنے کے

لئے عبادات کا ثمرہ وظیفہ ہو' وہ تبلیغ ہو' وہ چلہ کشی ہو' وہ مجاہدہ ہو' وہ مراقبات ہوں' وہ تلاوت ہو' وہ روزے ہوں اس کا حاصل ہوتا ہے قرب الٰہی اور اللہ فرماتا ہے میرے قرب کی دلیل میرے نبی علیہ السلام کی غلامی ہے جو جتنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوش کف پا سے دور ہے اتنا میری ذات سے بھی دور ہے اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوش کف پا بدر میں دیکھو' احد میں دیکھو' خندق میں جا کر تلاش کرو۔ یہ وہ ہستی ہے جو رحمتہ اللعالمین مبعوث ہوئی ہے اور جو کافروں کے کفر پر رو رو کر دعائیں کرتا ہے کہ بار الہا میں رحمت اللعالمین مبعوث ہوا اور بندے پھر جہنم میں جا رہے ہیں یعنی جس کا دل چاہتا ہے کہ ایک ایک کافر کلمہ پڑھ لے اور جنت میں چلا جائے لیکن کافر کو کفر کافرانہ نظام چلانے کی اجازت نہیں دیتا کافر کا اتنا ہمدرد ہے عام انسان کے لئے اللہ فرماتا ہے۔

حریص علیکم۔ ابن آدم پر حریص ہے لالچ کی حد تک چلا جاتا ہے کہ یہ سارے جہنم سے بچ جائیں اور یہ سارے اللہ کا قرب پالیں لیکن انہیں کافرانہ نظام رائج رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ دو دو زرہیں پہن کر تلوار مبارک دست شفقت میں سونت کر رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان کارزار میں اپنا خون' اپنے دندان مبارک' اپنے رخسار محترم پیش کرتا ہے۔ اپنی جان ہتھیلی پر اپنے جگر گوشوں کے ٹکڑے سمیٹ سمیٹ کر اپنے ہاتھوں سے دفن کرتا ہے۔ اپنے جان نثاروں کی لاشیں اپنے ہاتھوں سے اٹھاتا ہے میدان کارزار میں بستیاں بساتا ہے قبروں کی۔ آج کون سا وظیفہ' کون سا چلہ' کون سی وہ تسبیح ہے کہ آج ہمیں میدان عمل میں آنے سے روک دے گی یا اس کی ضرورت نہیں رہے گی کبھی نہیں۔ **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** تمہارے لئے بہترین رہنمائی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اتباع میں ہے۔

اور میں یہ عرض کرتا چلوں کہ یہ جو مشورے دیئے جاتے ہیں کہ کوئی بڑا آدمی ہو کوئی بڑے وسائل ہوں کوئی بڑی حکومت ہو تو سب سے بڑا آدمی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ ہیں۔ سب سے بڑی حکومت اللہ رب العزت کی ہے اور وہ ساتھ ہے۔ بندے سب بندے ہیں۔ بندوں میں بڑے چھوٹے نہیں ہوتے۔ بندے بندے ہوتے ہیں اور کوئی بھی راہ حق میں تعاون کرے تو ہم تو منتظر ہیں اس کے لیکن کوئی نہ کرنا چاہے تو حق کسی بندے کی قوت کا منتظر نہیں رہتا اس کے ساتھ اللہ کی طاقت ہوتی ہے۔ اللہ کریم آپ سب احباب کو ہمت دے اور توفیق دے۔

میدان حشر جب ہو گا تو بڑے تماشے ہوں گے آج تو ہم چھپ کے جی لیتے ہیں بھرم رہ جاتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں بڑا تگڑا ہے اندر سے بزدل بھی ہو چھپ کر بھی گزارا کریں گزر جاتی ہے۔ گھر سے بھوکے بھی ہوں باہر ہم اپنی آبرو رکھ لیتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں بڑا پیٹ بھر کر آیا ہے۔ میدان حشر میں یہ سارے لفافے اتر جائیں گے اور اصل صورت حال جو ہے وہ سامنے آ جائے گی۔ تو ولی کے روپ میں کئی شیطان نکلیں گے لوگ سمجھیں گے بڑا مقدس ہے وہاں جب اوپر سے پردے اتریں گے تو نیچے تو بدعتی اور بدکار نکلیں گے۔ مجاہد کے روپ میں کئی ڈاکو اور لٹیرے نکلیں گے۔ جب اوپر سے پرتیں اتریں گی جو دنیا کو دکھانے کے لئے اوپر چڑھا رکھے تھے رنگ و روغن جب وہ اترے گا تو نیچے سے چور اچکا ڈاکو نکل آئے گا اور کہیں دیوانوں کے روپ میں اللہ کے مقرب نکلیں گے لوگ پاگل سمجھتے تھے لیکن جب وہ حجاب ہٹیں گے تو پتہ چلے گا کہ پاگل تو ہم تھے یہ تو سب سے دانشور تھا سیانا تو یہ تھا کہ اس نے زندگی حضور صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ہار دی اور آبرو وہ ہو گی جو میدان حشر میں نصیب ہو۔

تفسیر ابن کثیر کو اکثر محققین حدیث کی کتاب کہتے ہیں ہے تو تفسیر لیکن انہوں نے ہر آیت سے متعلقہ احادیث احادیث اتنی جمع کی ہیں کہ یوں لگتا ہے جیسے حدیث ہی کی کتاب ہو۔ تو ایک جگہ اس موضوع پر انہوں نے ایک

حدیث نقل فرمائی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے حال سے خبر دی کہ حشر بپا ہو گی تو میرے صحابہ کا ایک طبقہ ایک جماعت اٹھے گی۔ سینے پھٹے ہوئے ہوں گے تلواروں کے زخم تازہ ہو جائیں گے خون جاری ہوں گے اسلحہ پاس ہو گا۔ زرہ لگی ہوئی ہو گی دامن خوف سے تر ہوں گے اور وہ کھڑے ہو کر تلوار کے دستے سے جنت کے دروازے پر دستک دیں گے رضوان سے کہیں گے کھول دو۔ تو وہ ادب سے کہے گا کہ حضور ابھی تو لوگ قبروں سے اٹھے ہیں۔ میزان قائم ہے ترازو لگی ہوئی ہے حساب ہو گا۔ جواب طلبی ہو گی پھر اللہ کی طرف سے جو کامیاب ہوں گے انہیں حکم ہو گا اجازت ملے گی میں غریب تو ملازم ہوں حکم ہو گا وہاں سے آرڈر آئیں گے جو جنت میں جانے والے ہیں انہیں پروانہ ملے گا دروازہ کھول دوں گا تو آپ ادھر میزان پہ تشریف لے جائیے حضور آپ یہ دوازہ خواہ مخواہ توڑ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ اپنی تلواریں پھینک دیں گے ڈھالیں پھینک دیں گے متوجہ الی اللہ ہو جائیں گے وہ کہیں گے اللہ تیرے احسانات کی کوئی حد نہیں ہے ہم جاہل تھے چور ڈاکو لٹیرے تھے تیری ذات سے ناواقف تھے بت پرستی شرک میں مبتلا تھے۔ تو نے احسان فرمایا اپنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث فرمایا تو نے ہمیں پیدا فرمایا' مال دیا' جان دی اور اولاد دی گھر دیئے عزت دی شہرت دی لیکن خدایا جو کچھ تو نے ہمیں دیا تھا اس سے ہم نے بچایا تو کچھ نہیں' گھر تیرے لئے چھوڑ دیئے تھے اولاد تیری راہ میں کٹوا کر اپنے ہاتھوں دفن کئے۔ جوان بیٹے بیویوں کو بیوہ چھوڑ کر سینے کٹوا کر خاک نشین ہو گئے قبر میں چلے گئے۔ آج بھی ہمارے پاس سوائے چند زخموں کے کیا ہے ہمارے دامن میں کہ فرشتہ حساب لیتا ہے۔ یہ تیرا فرشتہ کس بات کا حساب چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں حکم ہو گا کہ جنت کے سارے دروازے کھول دو یہ ان کی پسند پر ہے کہاں جاتے ہیں کدھر سے جاتے ہیں۔ انہیں حساب کا راستہ مت دکھاؤ اور کوئی ایک دروازہ نہیں سارے کھول دو ان کے لئے یہ ان کی پسند ہے کہ یہ کس دروازے سے کہاں جانا چاہتے ہیں۔

تو یہ آیہ کریمہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اس پس منظر میں نازل ہوئی۔ مجھے افسوس ہے اس بات کا کہ پورا رمضان میں نے رمضان کے فضائل بیان نہیں کئے' مسائل بیان نہیں کئے' لیلۃ القدر کی فضیلت پہ بات نہیں ہو سکی' کسی کو جنت کی بشارت اور کسی کو مغفرت الٰہی کا مژدہ نہیں سنایا لیکن حق یہ ہے کہ اس لئے ضرورت اس بات کی تھی جو میں عرض کر رہا ہوں ہم دین سے دور دینی علم سے دور دینی عمل سے دور اور عملاً کافرانہ نظام کے تابع اور غلام ہو چکے ہیں۔ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگوں کو سبز باغ دکھانا بدترین دھوکا ہے ان کی ضرورت ہے کہ انہیں احساس دلایا جائے کہ یہ جسے تم سونا سمجھ رہے ہو۔ یہ زنجیر ہے تم قید ہو اس میں اور آزادی کا طریقہ کیا ہے اور آزادی میں کیا انعامات نصیب ہوتے ہیں۔ غلام کی مجبوری تو یہ ہوتی ہے کہ غلام آزادی کی نعمتوں کو سمجھنے سے قاصر رہ جاتا ہے اسے یہ سمجھانا مشکل ہو جاتا ہے کہ آزادی میں لذت زیادہ ہے۔ مولانا رومی نے بڑے مزے دار حکایات لکھی ہیں تو ایک جگہ انہوں نے غلام اور آزاد کا موازنہ ایک جنگلی درندے اور ایک گھریلو کتے سے کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کوئی آبادی کا کتا تھا تو وہ جنگل میں جا نکلا تو کسی جنگلی درندے نے دیکھا تو اسے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ بڑا موٹا تازہ ہے اور دیکھو اس کی کھال چمک رہی ہے اور میرا پیٹ جو ہے پیٹھ کے ساتھ لگا ہوا ہے ہڈیاں نکل رہی ہیں اور اس کی جلد کو دیکھو تو وہ چمکتی ہے۔ یہ اتنا موٹا اس کا پیٹ لٹک رہا ہے تو اس کے قریب ہو گئے کہنے لگا نظر تو تو بھی اپنے ہی خاندان کا اپنی ہی قسم کا درندہ آتا ہے لیکن تیری بڑی صحت بنی ہوئی ہے اور بڑا موٹا تکڑا اور بڑا فٹ ہے اور ہم تو کئی کئی دن فاقے میں گذار جاتے ہیں تب کوئی شکار ملتا ہے بڑی مشکل سے گزر ہوتی ہے تو تمہیں کون سا گوشہ مل گیا ہے اتنے موٹے تازے ہو۔ اس نے کہا میرا تو

ایک مالک ہے وہ میری نگہداشت کرتا ہے' نہلاتا ہے' دھلاتا ہے' سُلاتا ہے' صبح شام اچھا کھانے کو دیتا ہے' خبر گیری رکھتا ہے' بارش ہو تو مجھے سایہ فراہم کرتا ہے مکان میں لے جاتا ہے۔ دھوپ ہو تو سائے میں باندھتا ہے' گرمی ہو تو نیچے ریت اور پانی ڈال دیتا ہے' پنکھے چلاتا ہے میں تو بڑی موج میں ہوں۔ یار ایسی کوئی جگہ ہمیں بھی بتا کہ اس مصیبت سے چھوٹ جائیں۔ اس نے کہا۔ میرے ساتھ چلو۔ تو وہ جب قریب ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کے گلے میں پٹہ تھا اس نے کہا یہ تیرے گلے میں کیا ہے کہنے لگا اس سے کبھی کبھی زنجیر ڈال لیتا ہے مجھے۔ کہنے لگا نہیں گلے میں پٹہ اور زنجیر ڈالنے سے تو فاقہ کشی بہتر ہے تبھی تو تو اتنا موٹا ہو رہا ہے۔ اس نے کہا یہ موٹاپا جو بے غیرتی اور غلامی کا ہے۔ گلے میں پٹہ اور زنجیر ڈلوانے سے ملتا ہے۔ یہ نہیں چاہئے مجھے جنگل کی آزاد فضا فاقہ کشی اور مفلسی کے ساتھ عزیز ہے۔ تو مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غلاموں کے ذہن سے تو آزادی کا اور آزادی سے جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کا تصور ہی چھوٹ جاتا ہے یہ سمجھانا مشکل ہو جاتا ہے کہ آزادی میں لذت کیا ہے مسلمان اگر غلام ہو گیا تو پھر دنیا میں آزادی کی بات کون کرے گا۔

اللہ کریم آپ سب کو توفیق دے اس دعوت کو عام کیجئے۔ اللہ کے دین کی عظمت کے لئے کام کیجئے۔ اپنی ذاتی' میری یا کسی گروہ' کسی پارٹی کے لئے نہیں اللہ اور اللہ کے دین کی عظمت کے لئے ایک انقلاب پیدا کیجئے۔ جس کی ضرورت ہے جس کا موقع ہے جس کا وقت ہے اللہ ہم سب کو توفیق دے۔

عورتیں دوزخ میں جائیں گی ---؟

○ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے (ایک بار) فرمایا "اے عورتوں کی جماعت تم (خاص طور پر) صدقہ دیا کرو اور زیادہ استغفار کیا کرو' کیونکہ دوزخیوں میں زیادہ تعداد ان عورتوں کی دیکھی ہے۔" ان میں ایک ہوشیار عورت بولی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے کیا قصور کیا ہے کہ ہم دوزخ میں جائیں گی؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہیں (باہم گفتگو میں) لعنت کرنے کی زیادہ عادت ہوتی ہے اور تم اُپنے شوہر کی بھی بہت ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم جیسا دین و عقل میں ناقص ہو کر پھر ایک دانشمند شخص پر غالب آ جانے والے کسی کو نہیں دیکھا۔"

(بخاری و مسلم)

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "مجھے دوزخ دکھائی گئی تو میں نے دیکھا کہ اس میں رہنے والوں میں اکثریت عورتوں کی ہے (وجہ یہ ہے کہ) وہ کفر کرتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ خدا کا کفر کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (نہیں بلکہ) شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور (اس کا) احسان نہیں مانتیں (اے مخاطب) اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ زمانہ دراز تک احسان کرتا رہے پھر وہ تم سے کوئی (ناپسندیدہ) بات دیکھ لے تو (فوراً) کہے گی کہ میں نے تو تم سے کبھی بھلائی پائی ہی نہیں۔

(بخاری)

دعائے مغفرت

سلسلہ کے ساتھی حاجی محمد امین (ملتان) کے صاحبزادے ظہور الامین (کویت) وفات پا گئے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

نوٹ

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں خط لکھیں۔ آپکو دوبارہ رسالہ بھیج دیا جائے گا۔

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

معیار

الحمدللہ رمضان المبارک اپنی برکتیں لٹاتا اور اللہ کی رحمتیں تقسیم کرتا ہوا بخیر و خوبی تمام ہوا اور عید کا مبارک دن آنے والا ہے اسلام میں دو ہی عیدیں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منائی ہیں اور دونوں کے متعلق کتاب اللہ میں بھی حکم موجود ہے ایک کے ساتھ مناسک حج وابستہ ہیں اور ایک کے ساتھ رمضان المبارک کا مبارک مہینہ وابستہ ہے' اس کے علاوہ تاریخی واقعات پر جو عیدیں منائی جاتی ہیں ان کا نہ کوئی ثبوت ہے نہ ان کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے لئے کسی دن یا کسی تاریخ یا کسی لمحے کا مختص کرنا ہی نادانی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہر فرض نماز کے اندر موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم علی الدوام قرآن حکیم میں موجود ہے۔ کلمہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد موجود ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا وصال پر جو عیدیں منائی جارہی ہیں یہ بھی یار لوگوں نے چندے جمع کرنے اور کچھ بندے جمع کرنے کے لئے ساری چیزیں ایجاد کر لی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی لمحہ کوئی دن کوئی سال مختص نہیں کیا جا سکتا بلکہ عمریں مختص ہیں سارا دین مختص ہے مومن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو ایک لمحہ بھی بھول نہیں سکتا۔

یہ دو عیدیں ان برکات کو سمیٹنے پر ہیں جو رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اللہ سے حاصل کر کے اللہ کے بندوں تک پہنچائیں۔ رمضان المبارک میں کتاب اللہ کا نزول ہے حکما" مجاہدہ فرض کر دیا گیا ہے کہ وہ فرشتوں جیسی زندگی گزارے۔ جھوٹ نہیں بولے' غلط کام نہیں کرے' کسی سے جھگڑا نہیں کرے' کھائے پئے نہیں' سوائے یاد الٰہی کے اور عبادت کے نہ کرے اور ان برکات کے لئے اپنے اندر قبولیت کے استعداد پیدا کرے اور جب رمضان پورا ہو جائے تو اللہ کا حکم موجود ہے۔ **و لتکبروا اللہ علی ما ھدکم۔** عید اور خوشی مناؤ اللہ کی بڑائی بیان کرنے کے لئے اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت نصیب فرمائی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ایمان نصیب فرمایا اپنی کتاب پر عمل کی توفیق نصیب فرمائی۔

اسلام میں صرف یہ دو عیدیں ہیں۔ باقی یار لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں کچھ گانے کے اہتمام ہیں کچھ کھانے کے اہتمام ہیں۔ کچھ چندوں کا ذریعہ ہے کچھ بندوں کا جمع کرنے کا ذریعہ ہے اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کی عظمت ہے وہ ہر عبادت سے واضح ہے ہر حکم سے واضح ہے اور کتاب اللہ کی ہر آیت سے واضح ہے۔ حضرت عائشہ الصدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ارشاد کہ

کان خلقہ القران۔ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ' عادات و اطوار' اور روزمرہ کے معمولات کے بارے سوال کیا کہ آپ بہتر بتا سکتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے بیٹھنے کے انداز بات کرنے کے' ملاقات کرنے کے' اندرون خانہ کے' باہر مجلس کے' کسی حد تک فرمایئے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے پوچھنے کی بجائے قرآن پڑھو۔ قرآن وہی ساری باتیں بیان کرتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائی تھیں۔ یا جو کچھ قرآن نے بیان کیا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ ہماری عمر بھر کی محنت اور مجاہدے کا حاصل جو ہے اسے پرکھنے کی کسوٹی یہ آیت ہے۔

اللہ کریم اپنے نبی علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں **یاایھاالنبی۔** اے میرے نبی علیہ السلام **انا ارسلنک شاھدا۔** ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ یہ گواہی کیا ہو گی بڑا سادہ سا جواب ہے اس کا کہ کسی سے اگر سوال ہو گیا کہ یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ اس کے کرنے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا کسی کے اعمال نامے میں یہ بات آ گئی کہ تم نے یہ کام کیوں کئے تھے؟ اس لئے کہ یہ کام کرنے کا حکم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ہو گئی کہ یہ بندہ سچا ہے۔ یعنی ہماری زندگی کے سارے معمولات جو ہم کرتے ہیں اور سارے وہ کام جو ہم نہیں کرتے ان کی شہادات یا ان کی سند صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ہو گی۔ ذکر اذکار اور مراقبات میں روح کو بالیدگی و ترقی اور قوت پرواز نصیب ہوتی ہے۔ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچنا بہت بڑی سعادت ہے اور روحانی طور پر بیعت سے سرفراز ہو جانا بہت بڑی عظمت ہے لیکن یہ دلیل نجات نہیں ہے یہ بہت بڑی حیران کن بات ہے مگر ہمارے تقدس کا ثبوت نہیں ہے ہماری نیکی کا ثبوت نہیں ہے۔ یہ صرف اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ایمان نہ ہو تو یہ شے نصیب نہیں ہوتی الحمد للہ ہم مسلمان ہیں ہم میں ایمان ہے۔ ایمان موجود ہو تو روح شیخ کی توجہ سے اس کی قوت پرواز پر بھی پرواز کرتی رہتی ہے۔ کافر کی روح میں یہ استعداد نہیں ہوتی کہ وہ عالم امر میں یا برزخ میں یا آسمانوں سے اوپر جا سکے لیکن اگر لطائف پر کافر کو بھی توجہ دی جائے تو جب تک شیخ متوجہ رہے اس کے لطائف میں بھی نورانیت رہتی ہے۔ جب توجہ ہٹا لو وہ منقطع ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس کے اپنے دل میں قبولیت کی استعداد نہیں ہوتی جب تک وہ کلمہ قبول نہیں کرتا۔ انوارات کا نظر آنا یا عجائبات کا نظر آنا یہ اس کے لئے بھی ممکن ہے برزخ میں آخرت میں یا عالم امر میں یا بالائے آسمان۔ **لاتفتح لھم ابواب السماء۔** آسمانوں کے دروازے یا عالم غیب کے دروازے کافر کی نگاہ پر نہیں کھلتے اس لئے کہ پھر ایمان بالغیب نہیں رہتا اس کا۔ اللہ نے منع کر دیئے ہیں۔ بعد الموت اس پر بھی کھل جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ایمان لانے کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ موت کے بعد وہ فرشتوں سے بات بھی کرتا ہے عذاب ثواب دیکھتا بھی ہے بھگتتا بھی ہے۔ تو فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نصیب ہو جانا یا بیعت روحانی کا نصیب ہو جانا یا منازل بالا میں ارواح روح کا چلا جانا یہ اس بات کی دلیل تو ہے کہ ایک اطمینان نصیب ہو گیا کہ بحمد اللہ میری ذات میں میرے وجود میں ایمان ہے۔ میں کافر نہیں ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ کہ میں کوئی بڑا مقدس آدمی ہوں تو ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت سے چلتا ہے صحابی کی صحابیت محتاج ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت کی۔ کچھ بے نصیب ایسے بھی تھے جو صحابی بننے کے بعد بھٹکے اور پھر مرتد ہو گئے۔ صحابی میں ایک شخص کاتب وحی تھا۔ معدودے چند سہی تھوڑے لوگ تھے لیکن تھے تو سہی۔ اب کمال بات یہ ہے کہ وہ تخلیق انسانی کا جن میں ترتیب مذکورہ ہے آیات میں وہ نازل ہو رہی تھیں اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم اُسے پاس بیٹھنے سے اور وحی کی کتابت کرنے سے قلب اطہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر رابطہ ہو گیا تھا اس کے دل کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھوانے سے پہلے آخری جملہ ایت کا **فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ** جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پہ روشن ہوا تو اس کے دل میں بھی یہ بات آگئی کہ اس کے آگے **فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ** ہے۔ اب یہ کمال اتصال تھا لیکن یہی کمال اسے کافر کر گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے لکھو۔ **فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ**۔ تو وہ کہنے لگا یہ وحی تو نہیں ہے یہ میرے دل میں بھی آگیا تھا میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوچ کر ہی لکھاتے ہیں۔ حقیقت کیا تھی اور اسے اس نے کیا سمجھا اور کس طرح گمراہ ہو گیا۔

اگر کشف و مشاہدے پر صحابی کا یہ حشر ہو سکتا ہے تو ماوشما کس قطار میں ہیں کشف مثت کوئی چیز نہیں۔ ان کا کوئی معیار نہیں ہے۔ اگر یہ معیار ہوتیں تو شاید اللہ نے مجھے بھی دے رکھا ہو گا۔ میں بھی یہ باتیں کیا کرتا کہ فلاں جگہ یہ دیکھا ہے کبھی سنی ہے آپ نے کوئی بات۔ پتہ نہیں کیا دیکھا اور کیا نہیں دیکھا۔ کیا ہم کیا ہمارا مزاج! ہماری غذا غیر صالح، نظام سودی، معیشت سودی، سیاست کافرانہ۔ سودی معیشت میں سے ہم بھی کھا رہے ہیں حلال کما کر کھائیں تو بھی سود کی گرد اس میں شامل ہوتی ہے۔ بنکنگ کا نظام سودی ہم اپنی رقم پر سود نہیں لیتے لیکن جس ادارے میں رقم رکھتے ہیں وہ ادارہ تو سودی ہے نا اس پر حرمت تو وارد ہے۔ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر آپ سے کوئی زمین کرایہ پر لینا چاہتا ہے اور آپ کو علم ہے کہ یہ اس پر بنک بنائے گا یا سودی کاروبار کرے گا یا ایسی عدالت بنائے گا۔ جس میں کافرانہ فیصلے ہوں گے تو اس کا کرائے پر دینا شرعاً" حرام ہے۔ تو ہم بامر مجبوری اس نظام میں جی رہے ہیں۔ لیکن جو زہر مجبوری بھی کھایا جائے اس پر یہی رعایت ہو گی کہ خود کشی کا جرم نہیں ہو گا زہر کا اثر تو ہو گا۔ جو حرام مجبوراً" ہماری غذا میں ہماری آمدن میں ہمارے رزق میں شامل ہے جو نظام مجبوراً" ملک پر مسلط ہے جو عدالتی اور سیاسی نظام مسلط ہے جس میں ہم جی رہے ہیں اس میں ہمارے مشاہدے اور کشفوں کی کیا بات ہے۔ لہذا یہ کشف سب سے اعلیٰ ہے کہ اپنے کردار کو جانچو کہ میرے اس کام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ یہ میں نے کہا تھا کرنے کو یہ سب سے اعلیٰ کشف ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ عدل بنا کر مبعوث فرمایا ہے ہر نیکی تب نیکی ثابت ہو گی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت دیں گے کہ میں نے ایسا کرنے کو کہا تھا اور جس کام پر یہ سمجھ آجائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذمہ نہیں لیں گے۔ فوراً" توبہ کرو کہ خدایا مجھ سے غلطی ہو گئی میں گذشتہ کی معافی چاہتا ہوں آئندہ کے لئے تیری مدد کا طالب ہوں مجھے اس سے بچائیے۔ سب سے اعلیٰ کشف ہے جو سب ساتھیوں کو ہے اس کے علاوہ کسی کو انوارات نظر آتے ہیں آیا کریں مقامات نظر آتے ہیں آیا کریں۔ مقامات محتاج ہیں شیخ کی توجہ کے۔ اگر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی توجہ ہٹ جائے تو صحابی گر کر مرتد ہو سکتا ہے تو یہ رشتہ جہاں سے بھی ٹوٹے اس سے آگے سارے کمالات ختم ہو جاتے ہیں اس لئے اگر مراقبات ہو جائیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ ہم پارسا ہو گئے یہ اس بات کی دلیل ضرور ہے کہ ہم پر کسی نے کرم کیا۔ ہماری پارسائی کا معیار وہی ہے کہ ہمارے کردار پر کیا سنت سے شہادت ملتی ہے؟ قرآن سے شہادت ملتی ہے؟ سلف صالحین سے کوئی دلیل ملتی ہے؟ سوچے سمجھے بغیر بھی استغفار کو اپنے معمولات کا حصہ بنایئے۔ توبہ کرنے کو اپنا شعار بنایئے کہ ہم غیر شعوری طور پر گناہ کر جاتے ہیں اور بعض گناہوں کو ہم نے اپنی جہالت اور ناواقفی کی وجہ سے نیکی سمجھ لیا ہوتا ہے۔ اکثر لوگ تو اس میں مار کھا رہے ہیں کہ وہ گناہ کو نیکی سمجھ کر کئے جا رہے ہیں کہ میں شاید یہ نیکی کر رہا ہوں اور وہ کام نیکی نہیں ہے پتہ تو تب چلے گا جب

میدان حشر میں پیش ہو گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے میں نے تو کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس لئے دانستہ یا غیر دانستہ جو کچھ ہوتا ہے اس پر روزانہ توبہ کو شعار بنائیے' سو کر اٹھئے تو پہلے توبہ کیجئے سونے سے پہلے توبہ کر کے سوئیے دن میں جب خیال آ جائے ہر نماز کے ساتھ توبہ کیجئے استغفار پڑھئے۔ دس بار' تین بار' پانچ بار' سات بار معمول بنا لیجئے۔ کم از کم پانچ نمازوں میں بیس بار پڑھیں تو ایک تسبیح تو استغفار کی روزانہ کم از کم ہو ہی جائے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اعلیٰ یہ ہے کہ شہادت کے ساتھ شہادت تو ہو گی میدان حشر میں۔ یہاں

وَمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ○ نیکی کے نیک پھل کی خوش خبری دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی وسعت نگاہ عطا ہوئی ہے کہ بندہ عمل یہاں کرتا ہے اس پر کیا نتیجہ مرتب ہو گا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ عالی میں موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یہاں بشارت دے دیتے ہیں کہ یہ کام جو تو نے کیا ہے اس پر تجھے یہ انعام ملے گا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب جلیلہ ہے۔اور گناہوں خطاؤں اور برائیوں پر ان کے نتائج بد سے بر وقت آگاہ کرنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب عالی ہے۔ کفر پر' شرک پر' گناہ پر' جھوٹ پر' ظلم پر کیا نتیجہ برآمد ہو گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعامل میں جگہ جگہ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت بھی موجود ہے اور انداز بھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب جلیلہ یہ ہے کہ

وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسے بھی بلاتے ہیں اسے اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ یعنی ہمارے پاس یہ دلائل ہیں کہ اگر میں اللہ کی اطاعت کی طرف بڑھ رہا ہوں تو یقیناً" میں دعوت رسالت کی بنا پر ہی بڑھ رہا ہوں اور میں صحیح راستے پر ہوں اور اگر میں اللہ کی بارگاہ سے دوری کی طرف' عبادات سے محرومی کی طرف' نیکی سے برائی کی طرف جارہا ہوں تو پھر یہ دھوکا دے رہا ہوں اپنے آپ کو کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر رہا ہوں اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے برکات لے رہا ہوں۔ نہیں برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داعی الی اللہ ہیں جتنی جس کو برکت نصیب ہوتی ہے اتنا وہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہے۔ داعی الی اللہ کی آپ کی عظمت یہ ہے۔

کہ جزیرہ نمائے عرب میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے جن لوگوں کے ہاتھوں سب سے زیادہ ایذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برداشت کرنا پڑی اور جن سے مقابلہ کرنا پڑا یہ سارے لوگ جو تھے یہ بتوں کے پوجا کرنے والے بھی تھے اور انسانوں کی پرستش بھی کرتے تھے۔ کاہنوں کو **جوتشیوں** کو اور نجومیوں کو زمین پر نہیں چلنے دیتے تھے۔ بڑے بڑے رئیس اور امراء انہیں پالکیوں میں اٹھائے پھرتے تھے ان کے پاؤں چومتے تھے' انہیں سجدے کرتے تھے' اپنے جھگڑے' اپنے خاندانی معاملات' اپنے گھر کے میاں بیوی کے جھگڑے ان کے پاس لے جاتے۔ جو وہ کہتے وہ فیصلہ منظور کر لیتے کسی کو کہتے بیوی کو طلاق دے دے وہ طلاق دے دیتا' کسی کو کہتے اسے رشتہ دے دے وہ دے دیتا' اس حد تک اطاعت کرتے تھے۔ مال کی بات چھوڑیں اپنی آبرو بھی ان کے کہنے پہ نچھاور کر دیتے تھے جانیں دے دیتے تھے۔ تھے وہ کیا شعبدہ باز یا نجومی یا جوتشی شیطانی عملیات کے عامل یا پھر بتوں کی پوجا کرتے تھے تو اس قوم کو اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم جیسی بے مثال بے نظیر سچی کھری صادق امین اور بے شمار جس کا ہر لمحہ ایک الگ معجزہ ہے ایسی ہستی اگر ان کو کہتی کہ مجھے سجدے کرو تو جھگڑے کا امکان ہی کوئی نہیں تھا۔ سارے عرب' سارے قریش اور سارے مشرک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی اللہ

کا یہ عالم ہے کہ جس نے بھی قبول کیا فرمایا۔ میں بھی تیرے ساتھ سجدہ کرتا ہوں تو بھی میرے ساتھ شامل ہو جا' دونوں مل کر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اپنے لئے سجدے کا مطالبہ نہیں فرمایا۔

آج اگر ہم اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام کرتے ہیں تو ہم کیسے یہ سمجھ لیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات اللہ کی بارگاہ کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ لہٰذا یہ کشف سب کے پاس ہے کہ اپنا امتحان اپنے کشف سے لیا کرو کتاب اللہ تو کھلی ہوئی ہے تا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب جلیلہ تو سامنے ہے تا تو اس کشف سے اپنا امتحان لیا کرو۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ روشنیاں بانٹنے والا سورج اللہ نے چراغ نہیں فرمایا۔ چراغ جلانے والوں کا محتاج ہوتا ہے اپنی پسند سے جلا لیتے ہیں۔ اپنی پسند سے جہاں چاہیں چراغ کی روشنی آپ لے جاتے ہیں اللہ نے سورج کہا ہے جو کسی کے جلانے کا محتاج نہیں جس کی روشنی حاصل کرنے کے لئے خود کو اس کے سامنے لانا پڑتا ہے سورج کو کھینچ کر آپ کہیں نہیں لے جا سکتے۔ اور جو سارے جہان کو روشنی پہنچاتا ہے اور جو کیڑی کے انڈے اس وقت سینچ رہا ہوتا ہے' جب ہاتھی کے بدن کو گرمی پہنچا رہا ہوتا ہے' جب سمندر سے بخارات بنا رہا ہوتا ہے۔ اس وقت کسی دہقان کے کھیت میں دبے ہوئے گندم کے دانے کو گرمی پہنچا کر اگا بھی رہا ہوتا ہے یعنی جب کسی سلطان کے محل پہ چمکتا ہے غریب کی جھونپڑی کو محروم نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سراج منیر ہیں کسی بڑے سے بڑے مقدس بزرگ و برتر کو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارات پہنچتے ہیں تو اس غریب و بے کس کو بھی پہنچتے ہیں جو کہیں دور گم نامی کے گوشے میں پڑا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لئے کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ اگر کسی مسجد مدرسے کا صحن منور ہے تو کسی جھونپڑی میں جہاں درود کی مجلس یا اللہ کی عبادت یا اللہ کے اذکار ہوں وہاں پہنچنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کو کوئی روک نہیں سکتا سراج منیر ہیں۔ دیکھنا یہ ہے بندے کو کہ کیا میں سورج کی روشنی میں ہوں۔ اسی لئے اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو دوام بخشا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کو ہمیشہ کے لئے نبی اور رسول بنایا کہ جس طرح یہ مادی دنیا میں سورج کا مرکزی کردار ہے۔ سارے سیارے سارے ستارے ان کی گردش' زمین کی گردش موسموں کا تغیر و تبدل' بارشوں کا آنا جانا' کھیتیوں کا اُگنا' چیزوں کا گلنا سڑنا اس پورے نظام کا مرکزی کردار سورج ہے۔ اسی طرح روحانی دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سارے کا مرکزی نقطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے اور سراج منیر ہے روشن سورج روشنیاں بکھیرنے والا سورج۔ صحرائے عرب سے عرب کے خانہ بدوشوں میں' عرب کے ناخواندہ جاہل پس ماندہ لوگوں میں اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ پیدا ہو گیا تو یہ چاند سورج کی کرنوں نے روشن کر دیا۔ فاروق اعظم' عثمان غنی' حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ پیدا ہو گئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی نہ چمکتی تو صحرا نشینوں کے بیٹے صحرا کی گود میں دفن ہو جاتے۔ یہ عشرہ مبشرہ یہ صحابہ کا مقدس گروہ یہ فاتحین عالم یہ انسانیت کے امام اور پیشوا کیسے بن گئے۔ اسی سورج کی چمک نے کسی کو زر و جواہر میں بدل دیا اور کسی کو لعل و گہر بنا دیا یہ سارے مظاہر اس نور کے ہیں جو سراج منیر بکھیرتا ہے۔ ہمارے پاس بھی اپنے لئے یہی دلیل ہے کہ ان جیسی صداقت کی کوئی جھلک' ان جیسے اخلاق کریمانہ کی کوئی ادا' ان جیسی جرات رندانہ کی کوئی بات' ان جیسے تحقیقی علم' ایثار' جذبہ اور قربانی کا کوئی شعور کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ حصہ اگر ہم میں بھی پیدا ہو رہا ہے تو اس لئے کہ اسی سورج کی روشنی نصیب ہو رہی ہے اور اگر نہیں بن رہا اپنی بڑائی' اپنی عظمت' اپنی فرعونیت اللہ اللہ کرنے سے آ رہی ہے تو پھر اس سے بڑا بدکار کون ہو گا' بڑا بیمار کون ہو گا جسے غذا سے موت آجاتی ہے وہ تو بہت ہی

بیمار ہے غذا کھانے سے جس کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ اگر ان ذکر اذکار کی محفلوں سے ہم میں اپنی اہمیت کا احساس ہو رہا ہے کہ میں بڑا ولی اللہ ہو گیا ہوں میں غوث اور قطب بن گیا ہوں اور میں عرش پر پہنچ گیا ہوں تو پھر بات بگڑ رہی ہے بن نہیں رہی۔ بننے کی دلیل یہ ہے کہ احسانوں سے گردن جھکی جا رہی ہو۔ کہ میں کیا تھا اور یہ مجھ پر انعام کیا ہو رہا ہے کہ کم از کم آئندہ تو میں کچھ رویہ ایسا کروں کہ اس کا شکر ادا کر سکوں اور اگر یہ نعمت نصیب ہو جائے تو یہ دلیل ہے کہ ہمارے پاس ایمان ہے اس لئے آگے ارشاد ہوتا ہے۔

وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامان رحمت سے وابستہ ہیں اور انہیں احساس ہے کہ ہم پر اللہ کا احسان کتنا عظیم ہے اللہ کے نبیؐ کی نگاہ کرم کتنی بڑی ہے اور کتنا احسان عظیم ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس جذبہ احسان مندی سے جو ممنون ہے وہ یقیناً مسلمان اور مومن ہے اور فرمایا ان کا مومن ہونا ہی کافی ہے اسی پر انہیں بشارت دے دے۔

بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ○ کہ اللہ انہیں بے پناہ انعامات عطا کرے گا بات صرف یہ ہے کہ خود کو کوئی غوث قطب یا بہت بڑا ولی ثابت نہ کر سکیں اور مومن ثابت کر لیں تو پھر زمین پھٹ جائے آسمان پھٹ جائے پہاڑ اڑ جائیں لیکن یہ رشتہ اپنی جگہ سے نہ ہلے' دامان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے نہ چھوٹے' اتباع سنت چھوٹنے نہ پائے' غلامی سے گردن نکلنے نہ پائے تو یہ دلیل ہے کہ ہم مومن ہیں۔ یہ سارے مجاہدے' یہ سارے مراقبے' یہ ساری محنتیں' یہ سارے منازل ایک بات کی دلیل ہیں کہ مومن ہیں ہم۔ اللہ کا احسان ہے گناہگار ہوں گے خطا کار ہوں گے لیکن مومن ہیں۔

بے پناہ انعامات ہیں بے حد و حساب جنہیں وہ سوچ بھی نہیں سکتا تو ارشاد ہوتا ہے کہ ایمان کی جانچ ایک اور انداز سے بھی بتا دوں ہم میں ایمان ہے اب وہ ایمان کتنا ٹکڑا ہے۔ مجاہدے سے' ذکر سے' شیخ کی توجہ سے' اعتکاف بیٹھنے سے' روزہ رکھنے سے' ذکر کرنے سے' عبادات سے ایک دلیل ہاتھ آئی کہ ہم مومن ہیں بحمد اللہ اب اس ایمان میں جان کتنی ہے مومن تو وہ بھی ہے جس میں ایک ذرہ ایمان ہے اور مومن وہ بھی ہے جس کا ایمان پہاڑوں سے بھی بڑا ہے۔ مومن وہ بھی ہے شیطان جس پر سوار ہو جاتا ہے مومن فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس راستے سے آ رہا ہو شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ تو ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ۔ کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانئے ان کے راستے پر نہ چلئے ان کی تحریص اور لالچ کے پھندوں میں نہ آئیے یہ قوت ایمانی ہے اپنے ایمان کو آپ اس انداز سے ناپ لیجئے کہ ہمارا رویہ کافر دنیا' کافر نظام معیشت' کافر نظام سیاست' کافر نظام سلطنت کا معاشرہ ہے اس کے ساتھ میرا ذاتی رویہ کیا ہے کیا میں اس میں رچ بس کر رہنا چاہتا ہوں کیا میں اس سے استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میں ان سے انعام لینا چاہتا ہوں یا کیا میرے دل میں وہ درد ہے کہ کفر کو مٹا کر اسلام کا معاشرہ بناؤں اسلام کا نظام لاؤں اسلام کی معیشت ہو اسلام کا انصاف ہو اسلام کی سلطنت ہو۔ جتنا یہ جذبہ جوان ہے اتنا ایمان بلند ہے اور جتنا پہلے والا مسلط ہے اتنا ایمان کمزور ہے۔ جب یہ حکم دیا جا رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو' اس وقت حال یہ تھا جو میں نے آپ کو غزوہ احزاب میں اور اس سے پہلے میں سنایا کہ مسلمانوں کے زندہ رہنے کی بظاہر کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن ارشاد ہو رہا ہے کہ اس میں بھی دب کر بات مت کیجئے اور کافروں کے لحاظ مند مت بنئے۔ ان کی باتوں ان کے مشوروں ان کے رائے کی بھی کوئی رائی برابر پرواہ نہ کیجئے۔ تو کیجئے کیا؟ اس میں وہ تکلیفیں بھی دیں گے' وہ مقاطع کریں گے' اسلحہ بند کر دیں گے' اپنی امداد روک لیں گے' پیسے نہیں دیں گے' مشکلات کھڑی کریں گے' سیاسی ناکہ بندی کریں گے۔

وَدَعْ اَذٰىهُمْ۔ جو تکلیفیں وہ دیتے ہیں ان کی پرواہ مت کیجئے برداشت کیجئے تکلیف۔ سیاسی ناکہ بندی کرتے ہیں کر لینے دیجئے مقاطع کرتے ہیں کر لینے دیجئے بھوکا رہ کر بھی اپنے دین پہ قائم رہئے بغیر ہتھیاروں کے لڑنا پڑے تو مر جایئے لیکن کافر سے مانگ کر نہیں اگر وہ اس شرط پر دیتا ہے۔ یہاں ہتھیار تو ہتھیار یہاں تو دوا بھی اس شرط پر آتی ہے کہ جہاں ہم کہیں گے وہاں استعمال کرو۔ اس بھوکے ملک کا اربوں روپیہ کافروں کو خوش رکھنے کے لئے ضبط تولید پر خرچ ہوتا ہے جس ملک میں شہروں کو پینے کا پانی میسر نہیں ہے آپ یہاں سے دائیں بائیں دونوں طرف ایک میل چلے جایئے یہاں سے جہاں آپ بیٹھے ہیں آپ اس پانی میں وضو کرنا پسند نہیں کریں گے جو لوگ پی رہے ہیں آپ بھی یہ پسند نہیں کریں گے کہ شرعاً" وضو اس میں کیا جائے تو یہ پاک ہے بھی کہ نہیں۔ چھوٹے چھوٹے جوہڑوں میں اتنا سا پانی کھڑا ہے۔ ساری ساری رات تو ان میں خنزیر لیٹتے ہیں' انہی میں جانور پی رہے ہیں' اسی وقت پیشاب کر رہے ہیں' اسی وقت بچیاں گھڑے رکھے ہوئے ہیں۔ اس شعبے کے ڈائریکٹر یونیسکو کے' میں انہیں یہاں کے پانی کا ایک چشمہ دکھانے کے لئے ساتھ لے گیا ہم فزیبلٹی بنانا چاہتے ہیں کہ ہم اپنی ایک ذاتی واٹر سپلائی بنا لیں تاکہ یہ پانی کا مسئلہ کسی حد تک ختم ہو جائے تو وہ کہنے لگے یہ بچیاں گھڑوں میں پانی بھر رہی ہیں میں نے کہا پینے کے لئے۔ کہنے لگے یہ جا کر ٹریٹمنٹ کرتے ہوں گے نا اس کے۔ میں نے کہا اس کا ٹریٹمنٹ یہی ہے جو ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنے دوپٹے کا پلو اس کے منہ پر رکھا ہوا ہے اس میں سے جو کوئی نظر آنے والا کیڑا پتنگا ہے یا کوئی گوبر کا ٹکڑا ہے وہ رک جائے گے THATS ALL یہی ٹریٹمنٹ ہے کہنے لگا یہ مرتے نہیں میں نے کہا اپنی زندگی گزار رہے ہیں بیچارے مریں یا زندہ رہیں۔ میں نے کہا ان کا ٹریٹمنٹ اللہ نے کر دیا ہے ان کے معدوں میں اس نے کوئی ایسا ٹریٹمنٹ رکھ دیا ہے کہ اسے پی کر یہ زندہ ہیں اور یہ اس ملک کا حال ہے جہاں سفید رنگ کی جیپ اس کے ساتھ ملازم لاکھوں روپے کی دوائی آ جائے کہ کوئی عورت بچہ پیدا نہ کرے' یار یہ اربوں روپیہ ان غریبوں کے پانی پہ لگا دو انہیں دوا نہ دو پینے کا پانی دو۔ ایک طبقے کے لئے پینے کا پانی فرانس سے اور پیرس سے آتا ہے یہاں رہتے ہیں پانی وہاں سے آتا ہے امپورٹ کر کے پیتے ہیں ایک طبقے کو یہ نصیب ہے ان کا کوئی پرسان حال نہیں اس طرح کافروں کے نیچے لگ کر رہنا ایمان کی دلیل نہیں بنتا۔

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ۔ منافقوں اور کافروں کی پرواہ نہ کیجئے وہ مشکلات کھڑی کرتے ہیں' وہ مقاطع کرتے ہیں' وہ سرمایہ دینے سے رک جاتے ہیں' وہ دوائیں نہیں دیتے۔ وہ آپ کو ہتھیار نہیں دیتے تو نہ سہی ساری تکلیفیں برداشت کیجئے۔

وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اللہ پر بھروسہ کیجئے آپ خود ہتھیار بنا لیجئے' اپنے لئے خود غذا پیدا کیجئے' اپنے لئے خود وسائل پیدا کیجئے' اللہ پر بھروسہ کر کے آپ ہمت کیجئے تو کافر اگر دولت کما سکتا ہے کافر اگر راکٹ اڑا سکتا ہے کافر کمپیوٹر بنا سکتا ہے تو تمہاری کون سی ٹانگیں ٹوٹی ہوئی ہیں یا آنکھیں نہیں ہیں یا اللہ نے دماغ نہیں دیا۔ خود کوشش کر کے اس کے مقابلے میں آیئے۔ اللہ پر بھروسہ کیجئے۔

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔ اور اللہ ہی بہترین کار ساز ہے۔ اس کی شان ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے وہ بہترین بھروسہ کے قابل ہستی ہے۔

ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے ان دس دنوں میں کیا کھویا ہے کیا پایا ہم میں جذبہ ایثار' جذبہ جہاد' جذبہ ایمان پہلے تھا اگر اس میں ترقی ہوئی ماشا اللہ الحمد للہ نہیں ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی اس میں کہاں کوتاہی رہ گئی کہاں کمی رہ گئی۔ دنیا میں جب تک بندہ زندہ ہے اس کی ضرورتیں بھی ہیں دنیا کی مصیبتیں بھی ہیں دنیا کی راحتیں بھی ہیں یہ خیال چھوڑ دیجئے کہ کوئی دنیا میں زندہ رہے گا اور اسے صرف آرام ہی آرام ہو گا۔ تکلیف نہیں آئے گی۔ یہ خیال چھوڑ

دیجئے۔ اس لئے کہ ایسی جگہ جنت ہے اور جنت اس دنیا میں نہیں ہے۔ اگر یہی دنیا جنت بن گئی تو پھر لوگ یہیں رہ جاتے اللہ یہیں خلود دے دیتے۔ یہ امتحان کا کمرہ ہے اس میں نگران بھی ہیں اس میں چیکنگ بھی ہے اس میں سوالوں کے پرچے بھی حل کرنے ہیں۔ کوئی جان دے کر سرخرو ہوتا ہے کوئی گلا کٹا کر' کوئی بھوک کاٹ کر' کوئی مقابلہ کر کے کسی کے پاس دولت و اقتدار آ جاتا ہے اور امتحان ہوتا ہے کہ اس میں یہ اللہ کا بندہ بن کر رہتا ہے کہ نہیں تو ٹھیک ہے ایک حد تک تو مشورہ کرنا دعا کرانا دوا لینا اس کے ساتھ تعویز لینا کوئی حرج کی بات نہیں لیکن سارے رشتے کو محض اس غرض کے لئے بنا لینا یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم صحت مند ہوں تو بھی ایمان ہماری ضرورت ہے' بیمار ہوں تو بھی ایمان ضرورت ہے' غریب رہ جائیں تو بھی آخرت کی ضرورت ہے کمزور رہیں تو بھی اخروی زندگی بنیادی ضرورت ہے مقدم ہے دین دنیا پر۔ پہلے دینی استفادہ کیا کیجئے پہلے دینی برکات سمیٹئے دین کا کام کیجئے دنیا کا نہ بھی ہوا تو خیر ہے رہ بھی گیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اپنی دعاؤں میں اپنے مشائخ کو کبھی مت بھولا کریں اس لئے کہ ان حضرات کا بہت بڑا احسان ہے ہم پر۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ان حضرات کی خدمت میں پہنچایا لیکن ان کی بھی عمر بھر کی محنت شب بیداریاں اور راتوں کی دعائیں ہمارے کام آئیں۔

اسی طرح اساتذہ مشائخ کا بھی حق بنتا ہے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔ میں بھی آپ کی دعاؤں کا بہت زیادہ محتاج ہوں اس لئے کہ آپ کے ساتھ اس دار دنیا میں ہوں جس میں ہر وقت آدمی کے پاؤں پھسلنے کا خطرہ سرزد ہونے کا خطرہ موجود ہوتا ہے کسی گناہ کی سزا میں گمراہ ہونے کا خطرہ موجود رہتا ہے۔ خطائیں سرزد ہونے کا خطرہ موجود رہتا ہے۔ تو اس کے لئے سب سے بہتر اور موثر دفاع جو ہوتا ہے وہ مسلمانوں کی دعائیں ہوتی ہیں بالخصوص ان لوگوں کی جنہیں آپ سے قلبی طور پر انس ہو اور جن کی دعا میں خلوص ہو ان کی دعاؤں کی ہمیشہ احتیاج رہتی ہے اپنی اصلاح کے لئے جہاں آپ کوشش اور محنت کرتے ہیں وہاں دعا میں کمی نہ کریں دعا بہت بڑا ہتھیار ہے ساری کوششوں ساری محنتوں پر جو پھل لگتا ہے وہ بھی دعا کا نتیجہ ہی ہوتا ہے اس کے لئے بھی دعا کرنا پڑتی ہے۔ بے شک آدمی ہل چلائے' کھیتی بوئے' پانی لگائے' نگہداشت کرے' باڑ لگائے لیکن اسے بجلیوں آندھیوں سے بچنے کے لئے اور اس پر مناسب اور بہترین پھل پکانے کے لئے اللہ سے دعاؤں میں غفلت نہ کرے مجاہدہ بھی ضروری ہے محنت بھی ضروری ہے اور اس کے ساتھ دعا بھی۔ ہم میں کمی یہ آ جاتی ہے کہ کچھ لوگ دعا پر لگتے ہیں تو کام چھوڑ دیتے ہیں۔ کچھ کام کی طرف جاتے ہیں تو پھر انہیں دعا کی فرصت نہیں ہوتی جب کہ دونوں چیزوں کی ضرورت ہے اسباب کو اختیار کیا جائے اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا کی جائے۔

اللہ کریم آپ کی یہ ساری محنتیں کوششیں قبول فرمائے اور یہ انعام عطا فرمائے کہ آپ اس ملک پر اسلام کو نافذ کر جائیں۔ اللہ اس محنت کا اس مجاہدے کا ایک مادی انعام بھی عطا فرما دے کہ یہ ملک ہو اور اس پر اسلام کی حکومت ہو اور دنیا میں دنیائے کفر کو بتایا جا سکے کہ اسلام لوٹ مار کا قتل و غارت گری کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام انسانی حقوق کے تحفظ کا نام ہے۔ کافروں کو بھی دنیا میں ظلم سے بچا کر امن دینے کا نام ہے اور کوئی کافر معاشرہ دنیا کے امن کا ٹھیکیدار نہیں بن سکتا۔ انسانیت کے امن کا ٹھیکیدار اللہ کا بھیجا ہوا دین اسلام اور اللہ کا سپاہی مسلمان ہے۔ اللہ کریم ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے اور توفیق ارزاں فرمائے کہ اس کے نام کے ساتھ زندہ رہیں' اس کے نام پر موت نصیب ہو' اس کے بندوں میں حشر نصیب ہو۔ اللہ دنیا و آخرت کی رسوائی اور شرمندگی سے محفوظ رکھے۔ خداوند عالم موت کی سختیوں اور قبر کے عذابوں سے پناہ دے۔ اللہ کریم اپنے بزرگوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے احسانات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ گناہوں سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری توبہ قبول فرمائے۔

امیرِ تنظیم الاخوان

ملک محمد اکرم اعوان صاحب سے انٹرویو

روزنامہ "وفاق" کی اشاعت کے ۳۵ سال مکمل ہونے پر اخبار کی خصوصی اشاعت کے لئے "وفاق" کے ایک خصوصی پینل نے ملک کے ایک معروف دینی اور روحانی پیشوا اور تنظیم "الاخوان" کے مرکزی قائد مولانا محمد اکرم اعوان سے ایک خصوصی انٹرویو کیا۔ "وفاق" پینل جناب وقار مصطفیٰ اور جناب محمد احمد پر مشتمل تھا۔ اس انٹرویو کے دوران مولانا محمد اکرم اعوان نے "استحکام پاکستان میں قومی صحافت کی ذمہ داریوں" کے عنوان سے "وفاق" پینل کے سوالات کے جواب میں تفصیلی اور موثر گفتگو کی۔ اگرچہ گفتگو کا مرکزی محور استحکام پاکستان اور قومی صحافت ہی تھا۔ لیکن مولانا نے تفصیل کے ساتھ ملک کو درپیش تمام بنیادی مسائل کی نہ صرف نشاندہی کی بلکہ ان کے حل کے لئے بڑی مخلصانہ، دردمندانہ اور قابل عمل تجاویز بھی پیش کیں۔ اس طرح اس انٹرویو کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ ہم قارئین "وفاق" کی خدمت میں مولانا محمد اکرم اعوان کے ساتھ ہونے والی گفتگو پیش کر رہے ہیں۔

وفاق ○ مولانا ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ قوموں کے استحکام میں صحافت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہم آپ سے آج کی نشست میں "استحکام پاکستان اور قومی صحافت کی ذمہ داریوں" کے حوالے سے آپ کے خیالات معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہماری صحافت نے یہ ذمہ داری کس حد تک پوری کی ہے۔

مولانا محمد اکرم اعوان ○ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الکریم۔ **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔** میں صحافی تو ہوں نہیں البتہ لکھنا پڑھنا میرا کام ضرور ہے لیکن صحافت سے میرا تعلق نہیں لیکن جہاں تک میرا تجربہ ہے آپ دنیا کے ذرائع ابلاغ کو دیکھئے ایک واقعہ ہمارے ہاں رونما ہوتا ہے۔ اس کی خبر ہم وائس آف امریکہ سے بی بی سی سے سنتے ہیں یا باہر کے ممالک کے اخبارات میں پڑھتے ہیں۔ میں نے ایک عجیب چیز نوٹ کی ہے کہ خبر کے الفاظ تو تقریباً" وہی ہوتے ہیں۔ جو اس واقعہ کے بارے میں کہے جا سکتے ہیں لیکن ان غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے لوگ اس خبر کو ترتیب کچھ اس طرح دیتے ہیں یا بناتے ہیں کہ اگر وہ اس خبر پر خوش نہیں ہیں تو اس میں بڑی مذمت کا پہلو جھلکتا ہے۔ وہ دے خبر رہے ہوتے ہیں لیکن بین السطور پڑھنے والے آدمی کو ایک طرح کی اس سے نفرت محسوس ہونے لگتی ہے۔ دوسرا طریقہ وہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہوا ہے اس پر اس قسم کا رد عمل ہونا چاہئے۔ وہ اپنے مفادات دیکھ کر پھر خبر کے ساتھ شوشے لگا دیتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد یہ خطرہ ہے کہ اس طرح کی کوئی جوابی کارروائی ہو سکتی ہے۔ اس طرح وہ متاثرہ فریق کو گائیڈ کر جاتے ہیں کہ تمہیں اب یہ کرنا چاہئے اور غیر شعوری طور پر

لوگ ایسا کر گزرتے ہیں۔ تیسرا ان کا انداز یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوا ہے اس میں مغرب کے مفادات کیا ہیں۔ ایسے واقعات کی رپورٹنگ اور خبریں وہ اس انداز میں دیتے ہیں کہ پڑھنے سننے والا عش عش کر اٹھے کہ جو یہ ہوا ہے کہ بالکل ٹھیک ہوا ہے اور جو اس نے کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں یہ ایک بڑی تلخ حقیقت ہے۔ میں اس میں خلوص اور احترام کے ساتھ کہوں گا کہ ہماری صحافت میں خبر بہت حد تک حصول زر کا ذریعہ بن گئی ہے۔ ہماری ملکی مفادات کیا ہیں ہمارا قومی رویہ اور اقدار کیا ہیں ہمارے اخلاقی روایات کیا ہیں وہ بہت پیچھے چلا گیا ہے۔ آپ پاکستان کا کوئی اخبار اٹھا کر دیکھ لیں۔ کیا ہمارے ہاں کوئی نیا کام نہیں ہو رہا ہے۔ آپ دیکھیں کتنے لوگ ہیں جو تعمیری کام کر رہے ہیں' کتنے ادارے ہیں جو اچھا کام کر رہے ہیں' کتنے لوگ دن بھر میں کوئی نہ کوئی بڑا کام کر جاتے ہیں۔ تو پہلے تو ان لوگوں کی ان واقعات کی خبر ہی نہیں بنتی اور اگر کوئی خبر بنے گی بھی تو بہت چھوٹے اخبار کے کسی کونے میں جا کر لگی ہوئی ہو گی۔ دوسری طرف ہر برائی خواہ وہ سات پردوں کے اندر ہو وہ آپ کو اخبارات میں بڑی موٹی موٹی سرخیوں کے ساتھ چھپی ہوئی نظر آئے گی۔ یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ صحافی اس برائی کو پسند کرتے ہیں بالکل نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر اخبار کا مالک صحافی ہو۔ اخبارات کے سارے مالک صحافی نہیں ہیں۔ اس لئے اخبار کا مالک یہ چاہتا ہے کہ اس کا اخبار زیادہ سے زیادہ فروخت ہو۔ اور جس بات پر وہ فروخت ہو سکتا ہے وہ بات چھاپی جائے۔ یہ رجحان ہماری صحافت پر غالب آ چکا ہے۔ صحافی بڑا اچھا کام بھی کرتے ہیں۔ جس طرح محمد صلاح الدین شہید اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ صلاح الدین ڈنکے کی چوٹ کہتے تھے لیکن میں صلاح الدین شہید سے کہا کرتا تھا کہ تمہارے سچ نے ہمیں ایسا سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ یہ ہمیں بناوٹ لگنے لگا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اکیلے ہو گئے تھے۔ کہ اتنی تلخ نوائی کرنے والا صرف ایک پرچہ رہ گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ (صلاح الدین شہید) ایک دیانتدار آدمی ہے جو اس کے علم میں ہے' وہ لکھتا ہے۔ اس کے باوجود یہ خیال گزرتا تھا کہ یہ کہیں کسی ایک فریق سے خفا ہو کر اس کی مخالفت میں بہت آگے تو نہیں جا رہے اور یہ اس لئے محسوس ہوتا تھا کہ وہ ایک تنہا پرچہ تھا۔ (باقی سب میں تو سب اچھا لکھا ہوتا ہے) باہر کی دنیا میں ہم نے دیکھا ہے کہ صحافی اسمبلیوں سے زیادہ حکومت اور ارباب حکومت کی مہار کا کام کرتے ہیں۔ بیرونی ملکوں میں صاحب اقتدار یا حکومت پر' پریس سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں پریس وہ اثر نہیں رکھتا۔

وفاق ○ آپ کی مراد ہے کہ ہمارا پریس حکومت پر کسی طور بھی اثر انداز نہیں ہو رہا۔

مولانا محمد اکرم اعوان ○ جی ہاں اس طرح نہیں ہوتا جس طرح باہر کے ملکوں میں ہوتا ہے۔ بلکہ آپ دیکھیں کہ ہمارے ہاں تو حکومت پریس پر اثر انداز ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہی ہے کہ اخبارات کے مالکان پہلی ترجیح اخبار کی سیل اور سرکولیشن کو دیتے ہیں۔ دوسری ترجیح ان کی یہ ہوتی ہے کہ تھوڑا سا اخبار میں روشن پہلو بھی ہو نام و نمود کے لئے۔

صحافت کا اصل کردار جو بن گیا ہے وہ حصول زر ہے۔ آپ دیکھیں کہ میں جس نشست پر بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ ایک ادارے کے سربراہ کی نشست ہے۔ میں اس ادارے کا سربراہ بھی ہوں۔ ایک بہت بڑی جماعت کا پیر بھی ہوں لیکن اس جماعت کا پیر ہونا اور اس ادارے کا سربراہ ہونا میرے لئے حصول زر کا ذریعہ نہیں۔ یہ میری ذمہ داریاں ہیں جسے میں پورا کر رہا ہوں۔ اب اگر صحافی بھی کسی سے پوچھ کر لکھے گا اور حکومت صحافی کو چیک کر کے اجازت دے گی تو پھر سچ کون بتائے گا۔ میں ایسی خبروں کی اشاعت پر پابندی کو درست سمجھتا ہوں کہ جن کی اشاعت سے ملک میں فتنہ فساد پھیل سکتا ہو' قومی مفادات کو نقصان پہنچ سکتا ہو' کوئی قومی راز افشا ہو سکتا ہو۔ لیکن جو خبریں صاحب

اقتدار کو جاگیردار کو یا کسی ظالم کو بے نقاب کرتی ہیں' ان پر پابندی کی کیا ضرورت ہے۔ ایسی پابندیوں سے تو صحافت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ میری درخواست تو یہ ہے کہ صحافی ضرور اپنے اندر جرات رندانہ پیدا کریں۔ ادیب اور صحافی یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرنا چاہئے۔

ملک محمد معظم ○ حضرت مولانا صاحب گزارش یہ ہے کہ اس وقت ملک واقعتاً" نازک صورتحال سے دو چار ہے۔ اس تناظر میں صحافت اور صحافیوں کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ صحافت پر مختلف اطراف سے دباؤ بھی بڑھ گیا ہے۔ مولانا صلاح الدین کا قتل اور دیگر کئی واقعات صحافت اور صحافیوں کے آزادانہ طور پر فرائض کی ادائیگی کے ضمن میں وارننگ کی صورت رکھتے ہیں۔ ان حالات میں آپ صحافت کے غیر جانبدارانہ اور آزادانہ کردار کے حوالے سے کیا تجاویز رکھتے ہیں۔

مولانا محمد اکرم اعوان ○ جناب گزارش ہے کہ ابھی تک خود پاکستان کی ذات ہمارے ہاں متنازعہ بنی ہوئی ہے۔ مسلم لیگ کی حکومت ہوتی ہے تو وہ اس بارے میں کچھ اور مفہوم بیان کرتی ہے۔ پیپلز پارٹی اسے اپنے انداز میں بیان کرتی ہے۔ سیاستدان اپنے اپنے انداز سے کہتے ہیں۔ علماء حضرات اپنے انداز سے بات کرتے ہیں۔ ان چاروں کے درمیان ایک صحافی ہے' صحافیوں میں آپ نقاد' شاعر' ادیب اور دانشور کو بھی شامل کر لیں۔ میرے مطالعہ کے مطابق پاکستان کے بارے میں انکا نظریہ ان چاروں سے مختلف ہے۔ آخر یہ افراتفری اور فکری انتشار کیوں پیدا ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک پاکستان کی گاڑی اپنی بنیاد سے ہی ہٹ گئی ہے اور جب تک یہ گاڑی اپنی بنیاد پر واپس نہیں آئے گی۔ تب تک کوئی معاملہ درست نہیں ہو سکتا۔ ہم پیپلز پارٹی کے خلاف بات کرتے رہیں۔ آپ بے نظیر کی حکومت کو ہٹا دیجئے۔ آپ کسی اور کو بٹھا دیں۔ لیکن ہو گا وہی کچھ جو آج ہو رہا ہے۔ صرف چہرے بدل جائیں گے' افراد تبدیل ہو جائیں گے۔ گذشتہ دنوں ہم نے اقتدار کی کتنی تبدیلیاں کر کے دیکھیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے پاس اپنا کچھ بھی نہیں ہے نہ اصول سیاست ہمارا ہے' نہ انداز حکمرانی ہے' نہ قانون اپنا ہے' نہ طریقہ انتخاب اپنا ہے' نہ معاشی نظام اپنا ہے' آخر ہم خود بھی تو کچھ ہیں کہ نہیں۔ اگر ہم مسلمان ہیں تو اسلام کا ایک اپنا معاشی نظام ہے' سیاسی نظام ہے' اپنے قاعدے اور قانون ہیں۔ اچھا اب ہمارے آئین میں درج ہے کہ قرآن و سنت ملک کا سپریم قانون ہو گا۔ یہ ہمارے علماء حضرات کی گذشتہ ۴۷ برسوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ پہلے یہ آئین کے دیباچے میں درج تھا وہاں سے اٹھا کر ضیاء الحق مرحوم نے اسے آئین کا حصہ بنا دیا لیکن میں اس سے متفق نہیں ہوں۔ یہ اختلاف میرا محمد صلاح الدین صاحب سے بھی تھا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور عرض کرتا تھا ہمارے مسائل کا حل اس میں نہیں ہے کتاب و سنت ملک کا سپریم لاء ہو گا کیونکہ کسی چیز کو سپریم کرنے کے لئے آپ کو کم از کم دو درجے نیچے چاہیں تب تیسرے درجے پر کوئی چیز سپریم بنتی ہے۔ ایک چیز نیچے ہے۔ اس سے اوپر جو ہے وہ سپر ہے اس سے اوپر جو ہے وہ سپریم ہے۔ ہماری سیشن کورٹ ہے' ہائی کورٹ ہے اور پھر سپریم کورٹ ہے۔ قرآن و سنت جذبہ کو سپریم لاء بنانے اور قرار دینے کے لئے آپ اس کے نیچے دو مختلف قانون رکھیں گے۔ سپریم تک تو کوئی جائے گا۔ باقی سب سے تو نیچے والا ہی ڈیل کرے گا۔ ہمارا حل یہ ہے کہ قرآن و حدیث ملک کا واحد قانون ہو۔ ہماری مصیبتوں اور مسائل کا حل اسی میں ہے کہ کتاب سنت ملک کا واحد قانون ہو (نیچے سے اوپر تک) اب یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جو چودہ سو سال پہلے فیصلے ہوئے تھے۔ تو اس دور میں نافذ العمل نہیں ہو سکتے لیکن یہ اعتراض بنیادی طور پر غلط ہے۔ چودہ سو سال پہلے بھی قرآن نے کسی کو پابند نہیں کیا تھا۔ قرآن نے تو ایک فریم ورک دیا ہے اور رہتی دنیا تک اس فریم ورک میں رہتے ہوئے اس زمانے کے لئے

قوانین اور نظام بنایا جا سکتا ہے۔ (چودہ سو سال پہلے) اس زمانے میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فیصلے کئے' خلفائے راشدین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کی روشنی میں اپنے فیصلے کئے۔ کسی کو سزا نہیں دی گئی کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سزا دی تھی اس لئے تمہیں سزا دیتے ہیں' نہیں بالکل نہیں۔ معاملہ کی پوری جانچ پڑتال کر کے ہر جج نے اپنے طور پر اجتہاد کر کے معاملات کا فیصلہ کیا۔ اجتہاد کا دروازہ کسی کے لئے بند نہیں کیا۔ آج کے دور میں آپ بین الاقوامی تعلقات میں معاشی نظام میں سیاسی نظام میں قرآن و سنت کی مقرر کردہ حدود کے اندر اپنی ضرورتوں کے مطابق راستہ بنا سکتے ہیں۔ وہی راستہ آپ کو یکجا کرے گا۔ حاکم کو وہیں لائے گا محکوم کو بھی وہیں لائے گا۔ دانشور کو بھی اور سیاستدان کو بھی۔ تو تب آپ ایک دوسرے کے مسائل سمجھنے کے قابل ہوں گے۔ تب جا کر ہم میں یک جہتی پیدا ہو گی۔ جب تک یہ نہیں ہوتا یہ معاملات اسی طرح رہیں گے کہ ایک بات کو آپ جائز کہیں گے تو میں اسے ناجائز کہوں گا۔ ایک بات کے لئے کوئی ایک کوشش کر رہا ہو گا کہ یوں ہو جائے۔ دوسرا کوشش کر رہا ہو گا کہ یہ نہ ہو۔ یہی حال ہمارا حکومت میں ہے' سیاستدانوں کا ہے' اپوزیشن کا ہے' آپ کو حیرت نہیں ہوتی کہ نہ حکومت متحد ہے نہ اپوزیشن' یعنی کیا حکمران پارٹی کے سارے عناصر راضی ہیں۔ کیا اپوزیشن کے سارے لوگ متفق ہیں۔ عجیب افراتفری پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں اپوزیشن اور حکومت کے درمیان اختلافات کا سوال نہیں۔ خود حکومت کے اندر اختلاف ہے اس کو وزیر لے لیا' اس کو نکال دیا۔ اس کو شاباش دے دی' دوسرے کے خلاف بیان دے دیا۔ یہی حال اپوزیشن کا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے اصل اور مرکز سے ہٹ گئے ہیں ہمیں تھوڑی سی وسعت نظر پیدا کرنی چاہئے۔ میں جو کہتا ہوں اور ایک حکم کی جو تعبیر میں کرتا ہوں نہیں یہ نہیں ہونا چاہئے۔ میں آپ کو مسلمان سمجھتا ہوں مجھے آپ کو بھی حق دینا چاہئے۔ لیکن اس کے اصول میں اختلاف نہ ہو۔ فروعات یا تشریح آپ اپنے طور پر کرتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ یہ بات تب آئے گی جب ہم اس اصول پر متفق ہو جائیں

میں یہاں ایک چھوٹی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں اور میں چاہوں گا کہ یہ بات عام آدمی تک پہنچے اور حاکم تک پہنچے۔ قوموں کی زندگی میں قوموں کو ایک راستہ پر لانے کا ایک بنیادی اصول ہوتا ہے کہ قوموں کو پڑھایا جائے۔ خواندگی کے لئے ٹیکنالوجی اور دیگر علوم لوگوں کو اس زبان میں پڑھائے جائیں جو اس کے روزمرہ کے سمجھنے کی زبان ہو۔ یہ شرح خواندگی بڑھانے کا اصول ہوتا ہے۔ اب ہمیں اگر انگریزی میں ٹیکنالوجی پڑھنی ہے تو پہلے انگریزی پڑھنے کے لئے ایک عمر چاہئے اور جب انگریزی پڑھنی لکھنی آ جائے تو کتنے فیصد بچے آگے پڑھ سکیں گے۔ کتنے بچوں کو والدین آگے مزید پڑھا سکیں گے؟ اگر ایک سو بچے داخل کرواتے ہیں تو ان میں سے ایک دو بچے ہی آگے جاتے ہیں۔ اب اگر ٹیکنالوجی اپنی زبان میں منتقل کر دی جاتی تو پرائمری پڑھا ہوا بچہ بھی ٹیکنالوجی لے جاتا۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ طریقہ تعلیم ایک ہو' ہمارے ہاں پانچ طریقہ ہائے تعلیم رائج ہیں۔ مسجدوں اور دینی مدارس کا ایک طریقہ کار ہے' گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں کا دوسرا طریقہ ہے۔ پبلک کے آزاد سکولوں کا اپنا تیسرا طریقہ تعلیم ہے' مشنری سکولوں کا چوتھا اور اعلیٰ انگریزی تعلیمی اداروں کا جیسے ایچی سن کالج ہے۔ مری والے ادارے ہیں یا ایبٹ آباد والا سکول ہے یہ پانچوں طریقہ تعلیم ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ عام آدمی بات سنتا ہے مولانا کی جو پہلے طریقہ تعلیم سے پڑھ کر آیا ہے۔ کلرک طبقہ ہم لوگ سفید پوش درمیان والے سکولوں کے پڑھے ہوئے ہیں اور جو اقتدار میں جاتے ہیں وہ برن ہال اور ایچی سن سے نکل کر جاتے ہیں۔ آپ اب اندازہ کیجئے کہ ان دو طبقوں میں کتنا فاصلہ ہے کیا یہ ایک جیسی سوچ رکھتے ہیں ممکن ہی نہیں کہ مولانا اپنی بات دوسرے کو سمجھا سکے اور ناممکن ہے کہ وہ دوسرا مولانا کو اپنی بات سمجھا سکے۔

درمیان میں آکر صحافی ان کو کتنا جمع کر لے گا بتایئے گا۔ شاعر، ادیب دانشور، صحافی یا آپ ہم چاہیں بھی ان دونوں کے درمیان پل بنیں اس کا کوئی ایک فیصد بھی امکان نظر نہیں آتا۔ تو یہ جب تک بنیادی تبدیلیاں نہیں آئیں گی۔ لوگوں کے آپس میں لڑنے جھگڑنے سے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے سے ہماری اصلاح نہیں ہو گی۔ بنیادی تبدیلیاں آنی چاہئیں ذریعہ تعلیم قومی زبان میں ہو۔ طریق تعلیم ایک ہو سارے دینی مدارس میں تمام نصابی کورس لازمی قرار دے دیئے جائیں کہ وہ ہی مدرسہ چل سکے گا جو یہ ہمارے نصابی کورسز پڑھائے گا اس طرح تمام سکولوں اور تعلیمی اداروں میں دینی تعلیم لازمی کر دی جائے۔ کوئی مری کا سکول ہو، ایچی سن ہو یا برن ہال یا کسی گاؤں کا پرائمری سکول ان میں دینی تعلیم لازمی ہو۔ جو جتنی جماعتیں پڑھے گا وہ سب ایک معیار کی ہوں گی اس طرح قوم میں یکساں سوچ اور فکر پیدا ہو گی جو شعور ابھرے گا وہ ایک جیسا ہو گا اجتماعی ہو گا۔ اس وقت تو ہم نے ایک قوم کی پانچ قومیں بنا دی ہیں جو پانچ طبقہ ہائے تعلیم کا نتیجہ ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں اپنی صقارہ اکیڈمی کے ذریعے اس وقت ہمارے ادارے میں عام آدمی سے لے کر بڑے سے بڑے جرنیل کے بیٹے پڑھتے ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ کے طلباء زیر تعلیم ہیں اور یہاں ہمارے دیہاتوں کے بچے بھی پڑھ رہے ہیں ان سب کا نصاب ایک ہے، معیار تعلیم ایک ہے، طریقہ ایک ہے، اساتذہ ایک ہیں، سب کے ساتھ ایک سلوک ہوتا ہے، اب یہاں سے جو بچے نکلتے ہیں وہ جہاں بھی چلے جائیں ان کا آپس میں "صقارین" ہونے کا تعلق ساری زندگی نہیں جاتا۔ میں یہ کہوں گا کہ اس سلسلہ میں صحافی برادری نے بھی کوئی کام نہیں کیا۔ اور صحافی حضرات لوگوں کو اس طرف متوجہ کرائیں کہ جو یہ ہم نے خانہ خالی چھوڑ دیا ہے اس خلاء کو پر کیا جائے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ صحافی اور دانشور ضرور اس کا شکار ہیں۔ آدھے مولوی سے خفا ہیں اور آدھے (مسٹر) سے چونکہ ہم درمیان میں ہیں۔ اس لئے اگر کسی کا ذہنی تعلق (مسٹر) سے ہو گیا تو وہ مولوی کے خلاف بولتا ہے اور اگر کسی کا مولانا سے ہو گا تو وہ دوسرے (مسٹر) کے خلاف بولتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم میں مکمل ہم آہنگی پیدا ہو۔ اور اس شعور اور ضرورت کو صحافی سب سے زیادہ اجاگر کر سکتا ہے۔

وفاق ○ اگر ذریعہ تعلیم قومی زبان کو ہی قرار دے دیا جائے تو کیا پاکستان کے چاروں صوبوں کی صوبائی زبانوں کی حق تلفی کا تاثر نہیں ابھرے گا۔ اس کا ایک مظاہرہ ہم مشرقی پاکستان میں بنگلہ زبان کو نظر انداز کر کے دیکھ چکے ہیں۔

مولانا محمد اکرم اعوان ○ نہیں دیکھیں کہ جو سندھی، پنجابی، بلوچ اور پٹھان کا جھگڑا ہے اس کی وجہ زبان نہیں ہے، ہمارے درمیان ہمیں متحد رکھنے والی ایک قوت ہے جو ہمیں پاکستان کی طرف لائی وہ قوت ہے اسلام۔ بنگلہ دیش والوں نے بھی اسلامی ریاست کے قیام کے لئے ہمارا ساتھ دیا۔ سندھی، بلوچی، پٹھان اور پنجابی نے بھی اس کے لئے مدد کی تھی۔ یہ الگ بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم ابھی تک اسلامی ریاست کے قیام کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکے۔ اسلامی نظام نفاذ کرنا تو بہت دور کی بات ہے ابھی تک وہی کچھ چل رہا ہے جو کچھ پہلے تھا یعنی آج بھی مجسٹریٹ کسی ملزم کو جرم ثابت ہونے پر سزا دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ تمہیں تعزیرات پاکستان کی دفعہ فلاں مجریہ ۱۸۸۷ء کے تحت اتنے سال کی سزا سنائی جاتی ہے۔ یعنی قانون وہی ۱۸۸۷ء والا ہے بس صرف ساتھ ت پ لگا دی گئی ہے۔ اب جو لوگ جس چیز سے بھاگ کر آئے تھے آگے آ کر پھر وہی سامنے آئی تو وہ مایوس ہو گئے، آپ پرائمری مڈل تک سندھی بلوچی اور پشتو رائج کریں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قومی زبان اردو رکھیں اگر آپ اردو کو اپشنل بھی رکھیں گے تو وہ لازمی کر کے پڑھیں گے۔ آپ کے ملک میں بہت سی زبانیں ہیں تو ان زبانوں کو ضائع کیوں کرتے ہیں۔ ہر زبان کا اپنا ایک ادب ہے۔ اس کی سوچ

ہے ہر زبان کی تاریخ ہے۔ ہر زبان اپنے بولنے والے کو اپن کرج اور ڈس کرج کرتی ہے ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم سندھی کو پشتو اور پٹھان کو سندھی پڑھائیں۔ ہمارے چار صوبوں میں چار ہی زبانیں ہیں۔ تو پنجاب میں ایم اے اور بی اے میں پنجابی پڑھائی جاتی ہے اسے پرائمری سے کیوں نہیں شروع کرتے۔ مڈل میں کیوں نہیں پڑھاتے۔ لوگ پنجابی میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں ہائر سطح پر پنجابی نیچے کیوں نہیں؟ آپ پنجاب میں اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی بھی پڑھائیں۔

وفاق ○ اس وقت ہماری زندگی کا ہر شعبہ تضادات کا شکار ہے۔ یہ تضادات ہمارے قومی مقاصد کے منافی ہیں ان کے خاتمہ کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے۔

مولانا محمد اکرم اعوان ○ اس کا جواب بڑا سادہ ہے کہ آپ بندے کو خود اسلام پڑھائیں اسے خود سمجھنے دیں کہ اس کا رب اسے کیا کہتا ہے' اس کا نبیؐ اسے کیا کہتا ہے میں اپنی اور آپ اپنی سوچ اس پر مسلط نہ کریں۔ میں اپنا اسلام آپ پر نہ ٹھونسوں۔ میں آپ کی یہ مدد کروں کہ اسلام سمجھنے میں قرآن کا ترجمہ اور حدیث شریف کا ترجمہ سمجھنے میں آپ کی مدد کروں۔ اس سمجھنے سے آپ کا جو عقیدہ بنتا ہے جو عقیدت اپنے نبیؐ کے ساتھ آپ کی بنتی ہے یا جو مفہوم آپ سمجھ رہے ہیں آپ کو اس پر عمل کرنے دوں۔ اس طرح ہر آدمی خود بخود اصل کی طرف لوٹ کر آسکے گا۔ ہمارا اختلاف تو یہ ہے کہ مثلاً" میں جو سمجھتا ہوں میں جو کہتا ہوں وہ تم بھی مانو کہ یہ ہی صحیح ہے ممکن ہے کہ دوسرے آدمی کا ذہنی معیار اور سطح بہت کم ہو۔ جس سطح پر میں سمجھ رہا ہوں اس سطح پر وہ نہ سمجھ رہا ہو۔ وہ ابھی کچھ نیچے ہی دیکھ اور سمجھ رہا ہو۔ نبی پاکؐ کا ارشاد ہے کہ ہر بندے کے ساتھ اس کی عقل کے مطابق بات کرو یعنی پرائمری کلاس کو پڑھا رہے ہو تو ایم اے کا لیکچر مت دو۔ ایم اے والوں کو پڑھا رہے ہو تو لیکچر پرائمری سطح کا مت دو۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ اول تو ہم دین کی طرف آتے نہیں اور جو دین کی بات کرتا ہے وہ لوگوں کو دین سے بھگا دیتا ہے۔ وہ اپنے فہم اور شعور کو دوسرے پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ بڑی سادہ سی بات ہے کہ ہم نے اپنی اکیڈمی (منارہ اکیڈمی) میں ریفریشر کورسز کرائے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جو لوگ تیس پینتیس سال سے میری تقریریں سنتے رہے تھے ان میں وہ تبدیلی نہیں آئی تھی جو کورس پڑھ کر ان میں آئی۔ یعنی میرے کہنے کو وہ صرف میری بات سمجھتے تھے۔ جب انہوں نے کورسز پڑھے تو اس نے قرآن کا ترجمہ پڑھا حدیث شریف کا ترجمہ پڑھا تو انہوں نے ان باتوں کو اللہ اور اللہ کے رسول کی بات سمجھی اور اس بات نے ان پر اثر پیدا کیا۔ ٹھیک ہے کہ ہر آدمی کوئی فاضل تو نہیں ہوتا۔ لیکن اسے فرض کا جاننا فرض' سنت کا جاننا سنت' واجب کا جاننا واجب بنا دینا چاہیے۔ ہم میں اختلافات اس لیے ہیں کہ ہم اپنے نظریات دوسروں پر مسلط کر دیتے ہیں۔

وفاق ○ ملک میں پہلے بھی کافی دینی جماعتیں کام کر رہی ہیں تو پھر آپ نے "الاخوان" کے قیام کی ضرورت کیوں محسوس کی؟

مولانا محمد اکرم اعوان ○ گزارش ہے کہ مروجہ سیاسی کھیل بالکل غلط ہے اور لا حاصل ہے۔ سیاست کے مروجہ طریقہ کار سے دین حاصل کیا ہی نہیں جا سکتا نہ نافذ ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی دینی رویہ اس کے نتیجہ میں برآمد ہو سکتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ مولانا مفتی محمود جیسے لوگ وزیر اعلیٰ بنے' پروفیسر عبدالغفور اور مولانا عبدالستار خان نیازی جیسے علماء وزیر رہے لیکن مروجہ نظام کی وجہ سے کہیں کوئی بہتری اور تبدیلی نہ لا سکے۔ کیونکہ سسٹم وہی تھا گاڑی وہی ہے آپ ڈرائیور بدل دیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نظام یہی رہے گا تو خواہ اسے مولوی چلائے یا غیر مولوی نتیجہ یہی برآمد ہو گا دوسری بات یہ ہے کہ کچھ دینی جماعتیں سیاست سے بالکل الگ ہو گئی ہیں اور کچھ نے مروجہ سیاست کو ہی اپنا لیا ہے لیکن ہم نے قومی ضرورت

کے تقاضوں کے مطابق ایک درمیانی راہ سوچی ہے اور "الاخوان" کے قیام کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم لوگوں کو یہ شعور دیں کہ وہ دین سیکھیں اور پھر دین کو اپنے آپ پر نافذ کریں۔ اور جہاں تک ممکن ہے اسے معاشرہ میں اپنائیں اس کے بعد سیاست میں حصہ لیں۔ آپ دیکھیں کہ مروجہ سیاسی نظام کے تحت انتخابات میں اہل ووٹروں میں سے زیادہ سے زیادہ ۴۰ فیصد ووٹر حصہ لیتے ہیں ۶۰ فیصد ووٹر ووٹ نہیں دیتے۔ اور یہ ساٹھ فیصد لوگ وہ ہیں جو اسلام چاہتے ہیں اور اس طرح ان کا سیاست سے الگ تھلگ ہو کر ووٹ نہ دینا ملکی مفاد میں ہے جو ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ ساٹھ فیصد اکثریت اگر میدان میں آئے اور آکر بتائے کہ ہم ووٹ نہیں دے رہے اور مطالبہ کریں کہ انتخاب کا طریقہ اسلامی بنایا جائے ہم ووٹ دینا چاہتے ہیں اور یہ مطالبہ حکمرانوں کے سامنے قوم کے سامنے اور بین الاقوامی فورم کے سامنے آئے۔ الاخوان کا مقصد اقتدار پر پہنچ کر اصلاح کرنا نہیں اور نہ ہی ہم اقتدار کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اقتدار جس کے پاس ہے وہ رکھے یہی ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ معاملہ اس طرح کیا جائے جس طرح اسلام نے معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ الاخوان کی ممبرشپ بھی کوئی مخصوص نہیں ہے ہمارے پاس جماعت اسلامی' پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے لوگ بھی ہیں' ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ انہیں دین پڑھایا جائے اور وہ خود ذاتی طور پر اس پر عمل کریں اور پھر یہ فیصلہ کریں کہ ملک و قوم کو کس بات پر عمل کرنا ہے۔

ملک محمد معظم ○ مولانا بعض علماء کی رائے ہے کہ مروجہ صحافت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس بارے میں ہم آپ کے خیالات معلوم کرنا چاہیں گے؟

مولانا محمد اکرم اعوان ○ نہیں ایسی کوئی بات نہیں یہ محض تنگ نظری کی باتیں ہیں۔ اگر اخبار میں ایک خبر غلط شائع ہو جاتی ہے اگلے دن اس کی تردید آجاتی ہے۔ صحافیوں کو خواہ مخواہ کی بے اعتمادی نہیں کرنی چاہئے۔ صحافی کا دعوی وحی کا نہیں ہوتا اسے جو خبر پہنچتی ہے وہ اسے شائع کرتا ہے اور اسلام میں تو نیکی کی اشاعت کا حکم ہے اور صحافت اس اہم فریضہ کو بااحسن و خوبی انجام دے سکتی ہے کیونکہ اسلام میں نیکی کو پھیلانے کی تعلیم ہے ذاتی شہرت کے لئے نہیں۔ لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کرنے اور حوصلہ افزائی کے لئے اور برائی کی مذمت کا حکم ہے تاکہ دوسرے برائی کرنے سے گھبرائیں۔ اب کہا جاتا ہے کہ اگر اسلام آگیا تو وکیل کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔ حالانکہ وکیل تو لفظ ہی عربی زبان کا ہے اور اسلام پہلا مذہب ہے کہ جس نے وکیل کا تصور پیش کیا یہ سب تنگ نظری اور کم علمی کی باتیں ہیں اور ایسی باتیں کرنے والے لوگ اسلام کی کوئی خدمت نہیں کر رہے۔ اسلام دین فطرت اور دین انسانیت ہے۔ وہ زندگی کے کسی راستے کو بند نہیں کرتا نہ شعر کو' نہ ادب کو' نہ صحافت کو۔ مولانا رومی نے حکایات لکھیں' شیخ سعدی نے چھوٹی چھوٹی کہانیاں تحریر کیں' کیا وہ واقعات ظہور پذیر ہوئے تھے ہرگز نہیں۔ انہوں نے نیکی کی اشاعت کے لئے اپنے ذہن کی تخلیقی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے ادب تخلیق کیا۔ جو آدمی بھی کوئی تخلیق کرتا ہے افسانہ لکھتا ہے ممکن ہی نہیں کہ جو خیالات پیش کر رہا ہے وہ دنیا میں نہ ہو کیونکہ جو ممکن ہی نہیں اسے لکھا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ کائنات کا اصول ہے کہ ناممکن کے بارے میں کوئی بندہ سوچ ہی نہیں سکتا اور جس کو وہ سوچتا ہے یا سوچ سکتا ہے وہ ناممکن نہیں ہوتا۔ کبھی کوئی بندہ یہ سوچ نہیں سکتا کہ وہ بغیر پروں یا کسی مشین اور آلات کے ہوا میں اڑ سکتا ہے۔ ادب افسانہ ناول جو تخلیق ہوتا ہے وہ باتیں واقعات معاشرے میں وقوع پذیر ہو رہے ہوتے ہیں۔ یا ان کے ہونے کا امکان ہوتا ہے لیکن آپ کے بیان کرنے کا انداز الگ الگ ہوتا ہے اسے اگر ہم ادب سمجھیں صحافت سمجھیں تو ٹھیک ہے لیکن اگر ڈنڈی مارنے کی بات کی جائے تو وہ آپ جتنا چاہیں ڈنڈی مار لیں۔ نماز پڑھنے میں' پڑھانے میں' روزہ رکھنے میں ڈنڈی ماری جا سکتی ہے البتہ اسلام ہر شعبہ ہائے زندگی کے لئے خوبصورت متبادل راستے

فراہم کرتا ہے' مقرر کرتا ہے کہ یہاں سے گزرو گے تو تم دوسروں کو تکلیف نہ دو گے نہ تمہیں خود تکلیف ہو گی۔

وفاق ○ مولانا صاحب گذارش ہے کہ موجودہ نظام نے لوگوں کو ڈیپریشن کا شکار کر دیا ہے اور کیا نظام کی تبدیلی تک لوگ یونہی اس ڈیپریشن کا شکار رہیں گے؟

مولانا محمد اکرم اعوان ○ نظام اتنی جلدی اور اس طرح نہیں بدلے گا۔ نظام بدلنے بننے میں لوگوں کا کردار بنیادی اہمیت رکھتا ہے لوگ آج کل اس لئے ڈیپریشن کا شکار ہیں کہ مسلمانی اجارہ داری ہو گئی یعنی میں جانتا ہوں کہ مسلمانی کیا ہے۔ آپ مسلمان ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ نہیں جانتے کہ مسلمانی کیا ہے۔ محلے میں مولوی صاحب جانتے ہیں کہ حلال و حرام کیا ہے محلے دار نہیں جانتے۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اسلام کی واقفیت دیں اور اسے اس کی ذمہ داریوں سے آگاہ کریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس دنیا کے پیشوا ہیں ان میں سے اکثر پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن سن کر سب جانتے تھے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر جاننا شرط ہے۔ آپ ایک بار ایک ان پڑھ کو بھی ایک شعور دے دیں کہ بحیثیت مسلمان اس کی ذمہ داری کیا ہے تو وہ خود بخود اصل کی طرف واپس آنا شروع ہو جائے گا اور اسے یہ احساس ہو جائے گا کہ یہ مسجد جس میں جا رہا ہوں یہ میری مسجد ہے' میرا مدرسہ ہے' میرا دین ہے' میری ذمہ داری ہے اس طرح نظام بدلا جا سکتا ہے۔ انگریز جو نظام لایا وہ ایک دن میں تو نہیں لے آیا۔ اس نے نظام تعلیم بنایا اور اپنی ڈھب پر لوگوں کو تعلیم دی۔ آج کل چیچنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ یہاں امام شامل" بہت بڑے مجاہد تھے انہوں نے روس کے زاروں کو ناکوں چنے چبوائے۔ پھر زار نے اپنی ناکامی کے بعد ان کے ایک لڑکے کو یرغمال بنا لیا۔ اور اسے پڑھا لکھا کر واپس بھجوا دیا۔ اور امام شامل کے لئے ان کا یہ لڑکا عذاب بن گیا تھا۔ امام شامل کو شکست نہیں ہوئی لوگ ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ اصل وجہ یہ ہوئی کہ ان کے دس بارہ سالہ بچے کو جو بیس سال کا کر کے واپس بھیجا گیا جو شراب کا عادی تھا' عورتوں کا رسیا تھا اور اس نے آ کر لوگوں سے کہا کہ یہ کیا بکواس ہے لوگوں کو مرواتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں تحریک منتشر ہو گئی' امام شامل" گرفتار ہوئے۔ قید میں رہے پھر مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں وصال فرمایا۔

تاہم اب نیا نظام لانے کے لئے وقت لگے گا۔ یہ تو ہے کہ اب آپ کو لوگوں کو مسلمان کرنے میں وقت نہیں لگے گا۔ لوگوں کو مسلمان نہیں کرنا پڑتا۔ ۹۹ فی صد لوگ مسلمان ہیں۔ مسلمان رہنا چاہتے ہیں ہمارے ہاں انقلاب کو کوئی مصیبت ناک معنی دیا جاتا ہے۔ حالانکہ انقلاب کا معنی ہے خوبصورت تبدیلی۔ قتل و غارت گری کی جگہ سلامتی' امن' نفرتوں کی جگہ محبتیں' خون خراب کی جگہ امن و سکون' ظلم کی جگہ انصاف' جہالت کی جگہ علم یہ انقلاب ہمارا مقصود ہے اور محنت کرنے سے ہو گا اور ہم خود کیا کر رہے ہیں۔

میں اگلے روز اخبار پڑھ رہا تھا کہ چیچنیا کے دارالحکومت گروزنی پر روسی بمباروں سے ۴ مسلمان شہید' بوسنیا میں سربوں کی بمباری سے ۱۲ مسلمان شہید' مقبوضہ کشمیر میں بھارتی درندگی سے سات مسلمان شہید اور یہاں اپنے کراچی میں ۱۶ افراد مارے گئے۔ کتنے افسوس کی بات ہے یہ ایک دن کے اعداد و شمار ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب مزید فاصلے اور نفرتیں بڑھانے کا وقت نہیں۔ زخموں پر مرہم رکھنے کا وقت ہے اور ضرورت ہے آپ بندے کو سیدھا سادہ اسلام بتائیں۔ مولوی صاحب کو' پیر صاحب کو اسلام کا ٹھیکیدار مت بناؤ۔ لوگوں کو بس بتاؤ کہ تمہارا تعلق اللہ سے کیا ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تعلق ہے' چھوڑو دیو بندی' بریلوی اور شیعہ سنی کے فساد کو۔ اگر کوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر شیعہ رہنا چاہتا ہے تو اسے رہنے دو۔ وہ جانیں تو وہ جانیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ شیعہ کو بخش دے تو اسے مجھے اور آپ سے اجازت لینے کی ضرورت ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں جائے گا اور کہہ دے گا کہ میں شیعہ

ہوں' وہ جانے اور اللہ جانے اگر نہیں بخشے گا تو ہمیں شکایت کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارا اور مسلک ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ حق ہے اس کی حقانیت کا بیان کرنا ہمارا حق ہے اور اس پر عمل کرنا لیکن دوسرے پر اسے مسلط کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ جہاں ہمیں اپنا عقیدہ رکھنے کا حق ہے کوئی اور عقیدہ رکھے اسے حق ہے اور اسلامی ریاست کے شہری کے حوالے سے تو شہریوں کے حقوق برابر ہیں۔ یہودی بھی' مسلمان بھی' سنی بھی' شیعہ بھی سب میں حقوق برابر ہیں۔ بین الاقوامی طور پر انسانی حقوق تمام بنی آدم کے لئے جو ہیں وہ ہوں گے۔ البتہ جو مسلمان ہونے کے حقوق ہیں وہ مسلمان کے ہوں گے' عیسائی کو عیسائی کے' ہندو کو ہندو کے حقوق دیں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ ہندو پر کلمہ ٹھونس دیں اور عیسائی پر ہندوئیت اس طرح سے تو جھگڑا ہو گا اور فساد ہو گا۔

وفاق ○ شکریہ مولانا ہم نے آپ کا بہت قیمتی وقت لیا۔

مولانا محمد اکرم اعوان ○ نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ ہمارا وقت تو انہی باتوں کے لئے ہے۔ قیمتی بھی وہ تب ہوتا ہے جب اسے اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ **(وما علینا الا البلاغ)**

(بہ شکریہ روزنامہ وفاق)

روح

کتاب و سنت اجماع صحابہ اور عقلی دلائل سے ثابت ہے کہ روح ایک جسم ہے جو اپنی ماہیت کے لحاظ سے اس محسوس جسم عنصری کے مخالف ہے۔ وہ جسم نورانی، ہلکا، زندہ اور متحرک ہے۔ جو تمام اعضاء بدن میں نفوذ کر جاتا ہے۔ بدن میں اس کا سریان ایسا ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی، زیتون میں روغن اور کوئلہ میں آگ کا سریان ہوتا ہے روح کا جسم لطیف ہونا اور اس جسم عنصری کا مخالف ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

"پس جب بدن آدم کو پورا بنا چکوں اور اس میں روح پھونکوں۔"

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی

"کہ روح تو میرے رب کے امر سے ہے۔"

اگر اس کی پیدائش کسی مادہ مثلاً پانی، ہوا، آگ یا نور سے ہوتی تو اس کا ذکر کیا جاتا ہے معلوم ہوا کہ یہ نور سے بھی زیادہ لطیف ہے۔

دلائل السلوک

صوفی کا کردار

عام مسلمانوں کے اعمال میں صالح کا مدار صوفی کے کردار پر ہوتا ہے۔ بالارادہ رکھنے والے تو صوفی ہوتے ہیں۔ لیکن جو لوگ اس طلب سے محروم ہوں وہ بھی غیر معلوم طریقے سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ اور اگرچہ صوفی نہیں ہوتے لیکن متعلقین ضرور ہوتے ہیں۔ اس طرح جو برکات نبوی علی صاحب الصلوۃ والسلام اہل تصوف کے سینوں میں چلی آتی ہے۔ وہ ان کی ذات کے لیے نہیں ہوتیں۔ بلکہ تمام اُمتِ مسلمہ کی امانت ہوتی ہیں اور بغیر جانتے ہوئے بھی وہ دل جو ایمان کا کوئی شمہ بھی رکھتا ہو ان سے خود بخود مستفیض ہوتا رہتا ہے اب اگر یہ حضرات اپنے مجاہدات میں سُستی لائیں گے۔ تو نتیجہ پوری اُمت کے بداعمال ہونے کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اپنی ذات کا جواب تو پھر بھی دیا جا سکتا ہے۔ کسی حد تک کوتاہی ہو گئی۔ غلطی ہو گئی تو معافی کی درخواست ہو سکتی ہے لیکن جب اپنی سُستی اور بداعمال سے دوسروں کے حقوق ضائع ہوں تو اس کا جواب مشکل ہے۔

(حضرت مولانا محمد اکرم)

صقارہ اکیڈمی کے شب و روز

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ خبرنامہ کا ماٹو جو اس کی پیشانی پر درج ہے۔ یہ قرآنی حکم ہے کہ "اے ایمان والو اپنے آپ کو اور گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ" چنانچہ اس ماٹو کی تعمیل میں ہم نئی نسل کی صحیح تعلیم و تربیت کے بارے میں گزارشات کرتے رہتے ہیں۔

گھر کی تعلیم کے علاوہ سکول دوسرا اہم ذریعہ ہے جہاں بچوں کی تعلیم و تربیت موثر انداز میں ہو سکتی ہے۔ اچھے سکولوں کی کمی کا شکوہ اکثر سننے میں آتا رہتا ہے۔ ہمیں جہاں بھی اچھے سکول ملیں ان کا تعارف کراتے رہتے ہیں۔ کافی عرصہ قبل حرا سکولوں کے بارے میں ذکر ہوا تھا۔ اب صقارہ اکیڈمی کا تعارف ایک انٹرویو کے ذریعہ کرایا جا رہا ہے۔ انٹرویو' اکیڈمی کے ایک طالب علم حافظ محمد احمد خاکوانی سے حال ہی میں لیا گیا۔ "خدا کرے ایسے اور سکول پاکستان میں قائم ہوں جہاں بچوں کو اچھا مسلمان' اچھا شہری' اللہ کا بندہ' رسولؐ کا امتی اور مجاہد بننے کی عملی تربیت دی جا رہی ہو۔ جو بچوں کے ذہن اسلام کی طرف راغب کریں اور دنیا کے ہر محاذ میں بھی ناموری حاصل کریں۔" (آمین)

(ادارہ)

س۔ حافظ صاحب اپنا مختصر تعارف کرائیں؟

ج۔ میرا پورا نام محمد احمد خاکوانی ہے۔ ۱۹۷۶ء میں ملتان میں پیدا ہوا۔ والد صاحب اس وقت فوج میں ملازم تھے۔ تین برس کا تھا کہ وہ بطور کرنل آرمی سے ریٹائر ہوئے۔ یہ ۱۹۷۹ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت والد صاحب گجرانوالہ میں تھے۔ اس کے بعد پنڈی آ گئے
OVERSEAS EMPLOYEES CORPORATION
میں ملازمت ملی۔ یہاں میری تعلیم کا آغاز ہوا۔ پہلے محلہ کے SILVER BELL نامی سکول میں پڑھتا رہا۔ پھر IDEAL PUBLIC SCHOOL میں کلاس ٹو تک پڑھا۔ اس کے بعد سکول چھوڑ کر مکمل طور پر حفظ قرآن شروع کیا۔ مدرسہ تجوید القرآن لیاقت باغ میں ۱۴ پارے حفظ کئے۔ ۱۹۸۷ء میں والد صاحب نے ملازمت ترک کی اور ضلع بہاولنگر میں اپنی زمینوں پر زمیندارہ شروع کیا۔ یہاں ایک مسجد میں میں نے بقیہ ۱۶ پارے حفظ کئے۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد دہرائی شروع ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ سکول کی تعلیم کے لئے استاد کی ٹیوشن گھر پر رکھی۔ نوافل میں کلام پاک بھی الحمدللہ سنایا۔

پھر ہم ملتان آ گئے۔ چوتھی کلاس گرائمر اکیڈمی سے کی۔ جونیئر کیمبرج ہائی سکول میں پانچویں جماعت کے لئے داخلہ لیا۔ اسی سال رمضان المبارک میں قرآن پاک نوافل میں سنایا۔ اس کے بعد تقریباً ہر سال سناتا رہا۔

والد صاحب کی خواہش پر ایبٹ آباد کے
ARMY BURNHALL SCHOOL

میں داخلہ لیا۔ یہ انگلش میڈیم سکول ہے۔ انگلش کا معیار میری تعلیم سے بلند تھا اس لئے وہاں مشکلات پیدا ہوئیں چنانچہ ملتان واپس آ گیا۔ ساتویں جماعت ملتان فیڈرل پبلک سکول سے پاس کی۔ اس وقت مسئلہ یہ تھا کہ کسی طرح میں اپنا حفظ قرآن بھی محفوظ رکھ سکوں اور سکول کی تعلیم بھی حاصل کروں۔ اس غرض کے لئے ۳ مئی ۱۹۹۳ء کو مقارہ اکیڈمی منارہ ضلع چکوال میں داخلہ لیا۔ اب وہیں ہوں۔

س۔ یہاں کون سی کلاس میں داخلہ ملا ہے؟

ج۔ آٹھویں کلاس میں۔

س۔ مقارہ اکیڈمی کے بارے میں کچھ بتایئے؟

ج۔ یہ اکیڈمی ضلع چکوال کے قصبہ منارہ میں دارالعرفانؒ کے نام سے قائم ہے۔ یہ رہائشی درسگاہ ہے۔ یہاں صرف آٹھویں، نویں اور دسویں جماعتوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ میٹرک کے بعد تعلیم جاری رکھنے کے لئے انتظامیہ نے لاہور میں مقارہ اکیڈمی قائم کی ہے۔ وہ بھی رہائشی درسگاہ ہے۔ وہاں انٹرمیڈیٹ اور بی اے، بی ایس سی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خیال ہے کہ اسے یونیورسٹی کا درجہ حاصل ہو گا۔ اپنی طرز کی منفرد درسگاہ ہے۔ تعلیم جاری ہو چکی ہے۔ شاندار عمارت تکمیل کے قریب ہے۔

ہمارے سکول میں اب انٹر میڈیٹ ابھی شروع ہوئی ہے۔ ہمارے سکول میں تقریباً ۱۷۵ بچے میٹرک کے لئے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آٹھویں، نویں اور دسویں کلاسوں کے دو دو سیکشن موجود ہیں۔ ہر سیکشن میں تقریباً ۳۵ لڑکے پڑھتے ہیں۔

س۔ مقارہ اکیڈمی کی خصوصیات کیا ہے؟ یہ ادارہ کس طرح دوسرے سکولوں سے مختلف ہے؟

ج۔ میں نے بہت سے سکولوں میں تعلیم پائی ہے۔ انگلش میڈیم سکولوں میں پڑھا ہوں۔ آرمی کے طرز کے سکول میں تعلیم حاصل کی ہے۔ مساجد میں بھی پڑھتا رہا ہوں۔ لیکن جو سکون یہاں پایا کہیں نہ ملا۔ شہر سے دور۔ پرامن مقام۔ اساتذہ عبادت سمجھ کر پڑھاتے ہیں۔ بچوں پر بے حد شفیق۔ اپنے علم میں یکتا۔ پکے باعمل مسلمان۔ اکثر باریش ہیں۔ اسلامی تصوف کے ذریعہ تزکیہ کرتے ہیں۔ بچوں کے اخلاق سنوارتے ہی۔ اللہ کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی عملی تربیت دیتے ہیں۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ مقارہ میں تعلیم یکطرفہ ہے یعنی صرف علوم اسلامیہ کی۔ بلکہ دنیا کی تعلیم بھی اسی زور شور سے دی جاتی ہے۔ میٹرک کے امتحان میں ہمارے ادارہ کا نتیجہ مثالی ہوتا ہے۔ پنڈی بورڈ میں ہمارے طلباء ممتاز پوزیشن ہر سال بفضلہ تعالیٰ حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً ۱۹۹۳ء میں ورنیکلر فائنل میں ہمارا طالب علم بورڈ میں سیکنڈ آیا اور میٹرک میں پہلی تین پوزیشن الحمدللہ ہم نے حاصل کیں۔ ہمارا نتیجہ یہاں کے مشہور اسکولوں یعنی حسن ابدال، جہلم، کوہاٹ کے آرمی سکولوں سے بہتر ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ فوجی تربیت دی جاتی ہے۔ جوڈو کراٹے، پی ٹی اور مروجہ گیمز مستند اساتذہ کی زیر نگرانی کھیلنے کو ملتی ہیں۔

س۔ کیا وجہ ہے کہ یہ سکول ابھی تک اپنی اعلیٰ کارکردگی کے باعث مشہور نہیں ہوا؟

ج۔ جوئندہ یابندہ۔ جو حاجت مند ہیں۔ اچھے سکولوں کی تلاش میں ہیں۔ وہ اس سکول کو گوشہ گمنامی میں بھی تلاش کر لیتے ہیں۔ مثلاً انگلینڈ سے ۶ بچے یہاں تعلیم پا رہے ہیں۔ انہیں اردو بھی نہیں آتی۔ اردو بھی سکھائی جاتی ہے۔ ہر بچہ کی ضرورت کے تحت اس پر محنت کی جاتی ہے۔ پاکستانی عالم دین جناب ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک کا صاحبزادہ بھی ہماری اکیڈمی میں زیر تعلیم ہے۔

س۔ دینی تعلیم کی خصوصیات کیا ہیں؟

ج۔ تعلیم کا مقصد یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ وہ علم تو وبال جان ہے جو عمل پر انسان کو نہ اکسائے۔ مقارہ اکیڈمی میں اصل زور اسی بات پر دیا جاتا ہے کہ طلباء اللہ کے بندے بن جائیں۔ اچھے مسلمان بن جائیں۔ ان کے

دلوں میں آخرت کا شوق پیدا ہو۔ دنیا میں بامقصد زندگی گزاریں۔ خود احتسابی کا جذبہ پیدا ہو۔ صبر یعنی ڈسپلن ان کی زندگی کا حصہ بن جائے۔ وقت کی پابندی ہو' ان کے ہاتھوں انسانوں کو تکلیف نہ پہنچے۔

اس غرض کے لیے ہمیں تہجد نماز کی ترغیب دی جاتی ہے۔ پنجگانہ نماز لازمی ہے۔ صبح کے وقت نماز فجر سے قبل ذکر کی تربیت کرائی جاتی ہے۔ مغرب کے بعد لازما اس میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ تصوف کی تعلیم باقاعدگی سے دی جاتی ہے۔ ناظرہ قرآن لازمی ہے' حفظ کا شعبہ بھی قائم ہے۔ عربی پڑھائی جاتی ہے۔ احادیث یاد کرائی جاتی ہیں۔ مجھے اب تک چالیس احادیث مبارکہ یاد ہوگئی ہیں۔ المختصر اس ادارہ میں طلبہ کا ذہن بدل دیا جاتا ہے۔

س۔ محفل ذکر کس طرح کرائی جاتی ہے؟

ج۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کر دیا جاتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے تحت۔

س۔ اپنے روزمرہ کے معمولات بتایئے؟

ج۔ دن کا آغاز علی الصبح تہجد کے وقت ہوتا ہے۔ تہجد لازمی نہیں۔ البتہ تقریباً ۱۰۰ لڑکے تہجد پڑھتے ہیں۔ نماز فجر سے پہلے ذکر کرایا جاتا ہے۔ یہ بھی لازمی نہیں۔ جناب مولانا اکرم اعوان صاحب بنفس نفیس اس محفل میں شریک ہوتے ہیں۔ فجر کی نماز مسجد میں با جماعت ادا کرنا لازمی ہے۔ نماز کے بعد تلاوت کلام پاک نصف گھنٹہ کے لیے لازمی ہے۔ پھر پی ٹی اور ملٹری ٹریننگ کرائی جاتی ہے۔ نصف گھنٹہ کے لیے۔ ناشتہ کے لیے ۲۰ منٹ ملتے ہیں۔ اس کے بعد لباس تبدیل کر کے طلباء اسمبلی کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ اسمبلی میں سب سے پہلے تلاوت کلام پاک ہوتی ہے۔ تلاوت آٹھویں کلاس کے ذمہ ہے۔ ہر بچہ باری باری تلاوت کرتا ہے۔ ترجمہ دوسرے سیکشن کے ذمہ ہے۔ نویں جماعت کے بچے روزمرہ کی خبریں پڑھتے ہیں اور باری باری تقریر کرتے ہیں دسویں کلاس کے بچے انگلش میں تقریر کرتے ہیں۔ حالات حاضرہ کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد قومی ترانہ ہوتا ہے۔ سب طلباء بیک آواز نعرہ لگاتے ہیں۔

الجہاد'		الجہاد'	الجہاد
میری	بقا	تیری	بقا
زندگی	کا	ہے	مدعا
الجہاد'		الجہاد'	الجہاد

اس کے بعد دعا ہوتی ہے۔ تصوف پر بات چیت ہوتی ہے۔ جس میں تزکیہ کی اہمیت' تزکیہ کا طریقہ اور حقوق العباد کی حفاظت پر حافظ عبدالرزاق صاحب بات چیت کرتے ہیں۔

ہر پیریڈ چالیس منٹ کا ہوتا ہے۔ آدھی چھٹی سے قبل انگلش' میتھ اور اردو پڑھائی جاتی ہے۔ بارہ بج کر پچاس منٹ پر چھٹی ہوتی ہے۔ لباس تبدیل کر کے ظہر کی نماز باجماعت مسجد میں ادا ہوتی ہے۔ پھر لنچ کا وقفہ اور سکول کا آخری پیریڈ تصوف کے بارے میں ہوتا ہے۔ تین بجے سے لے کر چار بجے سہ پہر تک وقفہ آرام ہوتا ہے۔ چار بجے عصر کی نماز باجماعت مسجد میں' پھر گیمز شروع ہوتی ہیں۔ اساتذہ کی نگرانی میں کرکٹ' فٹ بال' والی بال' باسکٹ بال کھیلنے کو ملتی ہے۔ جوڈو کراٹے کا کوچ بھی ہے۔

مغرب کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ اس کے بعد ۴۰ منٹ کا لازمی ذکر ہوتا ہے۔ ہر نماز کی حاضری لگتی ہے۔ تعلیم الاسلام کے لیے بھی ایک پیریڈ ہوتا ہے اس میں مسئلے مسائل پوچھے جاتے ہیں' بتائے جاتے ہیں۔ رات کے کھانے کے بعد عشاء کی نماز مسجد میں پھر دو گھنٹے PREP یعنی ہوم ورک کرنا پڑتا ہے۔ آدھے گھنٹہ کے وقفہ کے بعد رات دس بجے بتیاں گل کر دی جاتی ہیں۔

س۔ آپ کے سکول میں طلباء کو یونیفارم کونسی پہننا پڑتی ہے؟

ج۔ پی ٹی اور شام کی گیمز سبز رنگ کے ٹریک سوٹ میں۔ سکول کے لیے نیوی بلیو شلوار قمیض' آرمی شوز' مفلر جو سکاؤٹ کے چھلے میں پرو دیا جاتا ہے۔ نیلے رنگ کی فوجی ٹوپی (BERET) جس پر مہر نبوت" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ستارہ اکیڈمی کڑھا ہوا ہے۔

س- آپ کونسی گیم میں دلچسپی رکھتے ہیں؟
ج- کرکٹ میں، آٹھویں کلاس کے دونوں سیکشنز کا کپتان بھی ہوں۔
س- کبھی کوئی میچ کھیلا؟
ج- راولپنڈی کے سرسید سکول سے میچ کھیلا۔ میرا سکور ۶۲ تھا۔ ۳ عدد ون ڈے بھی کھیلے دو جیتے۔ ایک ہارا۔
س- کیا آپ کا سکول رہائشی ہے۔ یعنی تمام بچے ہوسٹل میں رہتے ہیں؟
ج- ہے تو رہائشی لیکن تھوڑے سے بچے جو آس پاس رہتے ہیں شام کو اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔
س- آپ کے ہاں کتنے ہوسٹل ہیں؟
ج- چار ہاؤس رہائش کے لیے ہیں۔ ان کے نام ہیں ٹیپو ہاؤس، خالد ہاؤس، قاسم ہاؤس، اکرم ہاؤس، ہر ہاؤس ایک استاد کی نگرانی میں ہے۔ تقریباً" ہر ہاؤس میں ۴۰ طلبہ رہتے ہیں؟
س- ایک کمرہ میں کتنے طلباء رہتے ہیں؟
ج- ہر Dormitory میں ۹ طلباء ہوتے ہیں۔ جو طلباء عہدیدار ہیں وہ دو دو کر کے ایک کمرہ میں رہتے ہیں۔ اکیڈمی امیر کو علیحدہ کمرہ ملتا ہے۔ پلاٹون کے کمانڈر بھی علیحدہ کمروں میں رہتے ہیں۔
س- یہ پلاٹون کمانڈر کون ہیں؟
ج- ہر کلاس کے لیے ایک پلاٹون کمانڈر ہوتا ہے۔ ان میں بھی درجہ بندی ہے۔ یہ صبح اسمبلی کے وقت ڈسپلن قائم رکھتے ہیں۔ پلاٹون کمانڈر انہیں بنایا جاتا ہے جو اپنی کلاس میں اول آئیں۔
س- ہوسٹل میں کھانے کو کیا ملتا ہے؟
ج- خوراک Menu کے مطابق ہوتی ہے۔ بدلتی رہتی ہے۔ مثلاً" ناشتہ میں حلوہ، روٹی، چائے، انڈا، چھولے بدل بدل کر ملتے ہیں۔ لنچ میں سبزی دال اور فروٹ۔ ڈنر میں گوشت، مرغی، پلاؤ اور زردہ۔
س- ہوسٹل کی فیس کتنی ہے؟
ج- رہائش اور خوراک کے لیے ۱۰۰۰ ہزار روپے مہینہ۔
س- اور سہولتیں کیا ہیں؟
ج- دو ہفتہ میں حجامت، دھوبی، تک شاپ (بوتلیں ملتی ہیں) جیب خرچ نہیں ملتا۔
س- چھٹی کے دن آپ کیا کرتے ہیں؟
ج- نماز، تلاوت، ناشتہ، دو گھنٹے آرام، TV (صرف چھٹی کے دن) مولانا اکرم کا بیان کامن روم میں ہوتا ہے۔ گیمز عصر کے بعد۔ مغرب کے بعد PREP۔
س- کیا بزم ادب ہوتا ہے؟
ج- جی ہاں۔ ہر جمعرات PREP کے عوض بزم ادب ہوتی ہے۔ ہر کلاس کی اپنی اپنی بزم ادب ہوتی ہے۔ سارے سکول کی بزم ادب مہینہ کی آخری جمعرات کو ہوتی ہے۔
س- امتحان سال میں کتنی مرتبہ ہوتے ہیں؟
ج- چار مرتبہ۔ تعلیمی سال بھی چار اجلاسوں میں منقسم ہے۔
س- آپ کی تعلیم کیسی ہو رہی ہے؟
ج- آیا تھا تو کمزور تھا۔ اب چند ماہ میں ماشاء اللہ بہتر ہو گیا ہوں۔
س- کیا آپ یہاں خوش ہیں۔ دل لگ گیا؟
ج- جی ہاں۔ یہاں آ کر میری سوچ بدل گئی ہے۔ میرے کہنے پر ہمارے خاندان کے اور بچے بھی تیار ہیں۔ میرے ماموں زاد حافظ اسامہ بھی داخل ہوں گے انشاء اللہ۔
س- آپ بڑے ہو کر کیا کریں گے؟
ج- میرا ارادہ آرمی میں جانے کا ہے۔

(بہ شکریہ اتحاد الی الخیر)

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد حسین (گجرات) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے انکے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

شعورِ عبادت

ملک محمد اکرم اعوان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (الحج)

سورۃ الحج ہے سترھویں پارے میں۔

اللہ کریم نے اپنے بندوں کی بابت ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو میری عظمت کو میری توحید کو میری الوہیت کو میری کبریائی کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے عبادت کرتے ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے انسانی مزاج اپنی خواہشات اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہمیشہ سے کسی غیبی قوت کا متلاشی رہا ہے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں۔

جو میرے بس میں ہے وہ مجھے کرنا ہے اس سے آگے کیا ہوتا ہے یہ دیکھیں گے اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے کچھ نہ کرنا پڑے۔ اور بڑی عجیب بات ہے کہ باوجود مسلمان ہونے کے باوجود اللہ کی توحید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار کے چودہ صدیوں کے مسلمان جو چلے آرہے ہیں ان میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جناب کوئی تعویز دے دیں کہ میں نماز پڑھ سکوں گویا عبادت کرنے کے لئے بھی کوئی کوئی غیبی طاقت پکڑ کر مجھ سے کرائے۔ خود کچھ نہ کرنا پڑے مجھے کوئی اہتمام نہ کرنا پڑے مجھے کوئی محنت نہ کرنی پڑے پھر عبادت کی اساس یہ ہے کہ بندہ محتاج ہے اللہ کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھنے کا اللہ محتاج نہیں ہے بندہ اس کی دی ہوئی حیات اس کے دیئے ہوئے رزق اس کی دی ہوئی نعمتوں کے سوا اس کی دی ہوئی طاقتوں کے سوا ایک لمحہ بسر نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ ساری نعمتیں وہ ساری دی ہوئی خوبیاں وہ سارے اس کے احسانات اس کا احساس ہونا کہ مجھ پر میرے رب کے یہ احسان ہیں یہ بندگی ہے۔ اور یہی مشکل کام ہے۔ عبادت اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے کہ مجھے یہ احساس رہے کہ میں بندہ ہوں میرے پاس جو کچھ ہے وہ میرے رب کا دیا ہوا ہے میرا اپنا کچھ بھی نہیں ہے اور میرے اوقات میرے لمحات اس کا شکر ادا کرنے میں بسر ہونے چاہیں۔ یہ شعور ملتا ہے عبادت سے۔ لیکن اگر کوئی اپنی عبادت اور بندگی کو ہی رزق کا یا دنیوی مفاد کے حصول کا ذریعہ سمجھ لے یعنی جو دوا تھی وہی اس کے حق میں زہر بن جائے۔ اگر بندے کو عبادت نصیب نہ ہو تو یہ احساس یہ شعور زندہ نہیں ہوتا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں یا میرے پاس دیا ہوا جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہے یا اللہ کی دی ہوئی طاقت سے میں اللہ ہی کی نافرمانی نہ کروں اللہ کی دی ہوئی زندگی سے اللہ ہی کو فراموش نہ کر دوں اور اللہ کی دی ہوئی دولت سے اللہ کی نافرمانی نہ خریدوں گناہ نہ کروں یہ احساس مرجاتا ہے

اور بندہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی پہ اللہ سے دور جانے پہ اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی پہ صرف کرتا ہے۔

لیکن اگر اسے نور ایمان نصیب ہو جائے اور پھر اللہ کی عبادت نصیب ہو جائے تو عبادت اسے اللہ سے قریب تر کرتی ہے معرفت عطا کرتی ہے معرفت کا معنی ہوتا ہے پہچان کہ وہ پہچاننے لگ جاتا ہے کہ اللہ کتنا عظیم ہے خود کو پہچاننے لگ جاتا ہے کہ میں کتنا محتاج ہوں پھر اس کی زندگی جو ہے عملی زندگی اس میں ایک تبدیلی آجاتی ہے کہ وہ خطا سے اجتناب کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اطاعت میں مصروف ہونے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر اس کو وہ سمجھ لے کہ یہ وظیفہ پڑھنے سے دولت ملے گی یہ وظیفہ پڑھنے سے بیٹا بھرتی ہو جائے گا۔ یہ وظیفہ پڑھنے سے حکومت مل جائے گی۔ تو پھر حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے ان زیادہ عادات کے باعث۔ اور اس عبادت پر بھی اسے دوام نصیب نہیں ہوتا پھر وہ ایک شرط پہ عبادت ہوتی ہے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ کچھ لوگ ایسے ہیں جو عبادت بھی کرتے ہیں تو ایک شرط پر ایک کنارے پر کھڑے ہو کر۔ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۔ اگر اسے کوئی دنیوی فائدہ پہنچتا ہے ۔ اطْمَاَنَّ بِهٖ تو پھر وہاں وہ جم جاتا ہے۔ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اگر کوئی مصیبت پریشانی تکلیف آجاتی ہے۔ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ فوراً" واپس چھوڑ دیتا ہے چھوڑ چھاڑ کے بھاگ جاتا ہے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ایسے لوگوں نے دنیا میں بھی خسارہ پایا اور آخرت کا نقصان بھی ان کے حصے میں آیا۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ اور حقیقی خسارہ یہ ہے کہ دوعالم میں اس بندے کے پلے کچھ نہ بچے۔ آپ نے دیکھا نہیں لوگ کسی کے ساتھ ارادت قائم رکھنے کے لئے کسی کو پیر بنانے کے لئے ایک معیار رکھتے ہیں۔ کہ فلاں پیر صاحب کے پاس گئے تو بیمار ٹھیک ہو گیا فلاں کے پاس گئے تو پیسے مل گئے فلاں کے پاس گئے تو بچہ ہو گیا ورنہ بچہ میرا تو نہیں ہو رہا تھا۔ عجیب بات ہے اتنی سی بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی ایک ذرہ اگر کسی انسان کے مشورے پہ حرکت کرتا تو سارا نظام مختل ہو جاتا۔ ہر ہر ذرہ طے شدہ ایک پروگرام ہے جس میں پرویا ہوا ہے انبیاء و رسل علیہم السلام بھی اللہ کے اس پروگرام میں سے گزرتے ہیں وہ خالق نہیں ہیں کہ نیا جہاں ترتیب دیں اس ترتیب دئے ہوئے پروگرام میں سے گزرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات اولیاء اللہ کی کرامات کسی کی دعا اگر کسی کے حق میں موثر ہوتی ہے تو وہ اس پروگرام کا حصہ ہے۔ نئی اور انوکھی بات نہیں ہوتی۔ کسی کو ایک دوا سے شفا ہونا مقدر ہے تو وہ کرتا پڑتا اس دوا تک پہنچتا ہے شفا ہو جاتی ہے اس طرح کی شفا کسی دعا کے ساتھ منسلک کر دی گئی ہے لیکن اس نے ازل سے کر دی ہے اور وہ جانتا ہے کہ ایسا ہو گا۔ اور اسکی قدرت سے ہو گا اس کے حکم سے ہو گا۔ اس کے پروگرام کے مطابق ہو گا۔ اگر یہ ایسا نظام ہے تو بندے کے پلے کیا بچتا ہے بندے کے پلے صرف یہ بچتا ہے کہ وہ اپنے دل سے اللہ کے ساتھ تعلق قائم رکھنا چاہتا ہے یا نہیں بس صرف یہ۔

اس کے علاوہ وہ جرم کرے چوری کرے چھینا جھپٹی کرے اس کے حصے میں وہی غذا آئے گی جو ازل سے اس کا مقدر بن چکی ہے ایک دانہ فالتو نہیں کھا سکتا چھینے گا لوٹے گا جوڑے گا پھر وہ جس کا حصہ ہے ان کے حصے میں آئے گا۔ وہ جمع کر کے مر جائے گا۔ کھائے گا وہی پانی کا قطرہ وہی پئے گا جو اس کا اپنا مقدر ہے۔

اَلَا وَ اِنَّ النَّفْسَ لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا۔ کوئی نفس اپنا رزق پورا کئے بغیر نہیں مرتا نہ کسی کا کھا سکتا ہے نہ اپنا چھوڑ سکتا ہے ورنہ دنیا کباڑخانہ بن گئی ہوتی۔ آج تک کے مرنے والے لوگ اگر ایک ایک لقمہ چھوڑ کر مرتے تو آج بندوں کے پیر رکھنے کی جگہ نہ ہوتی غذا کے انبار لگے ہوتے اور گل سڑ رہے ہوتے ہر جگہ پہ ایک ایک لقمہ فالتو کھاتے تو اب باقی پچھلے آنے والوں کے

لئے غذا ختم ہو چکی ہوتی اور لوگ ایک دوسرے کو کھا رہے ہوتے یعنی ایک ایک ذرہ ایک ایک قطرہ ایک ایک لقمہ یہ طے شدہ ہے تو پھر کسی کے نیک ہونے کی یا کسی کے پاس بیٹھنے کی یا کسی کے قریب جانے کی کیا ضرورت ہے۔

ہمیں ڈرائیور کی۔ گاڑی کی۔ بس کی کیا ضرورت ہوتی ہے سفر کٹ جائے اب اگر ہم یہ توقع رکھیں کہ ہم بس میں بیٹھے ہیں تو ہمارا بچہ بھرتی ہو جائے ہم بس میں بیٹھے ہیں تو ہمارا مرض دور ہو جائے ہم بس میں بیٹھے ہیں تو ہماری دوستی میں اضافہ ہوجائے توکیا یہ صحیح ہے؟ کہیں گے بے وقوف ہے پاگل ہے بس سفر کاٹنے کے لئے ہے اولاد دینے کے لئے یا رزق بڑھانا بس کا کام نہیں ہے اسی طرح ہر شعبے کے اپنے اپنے کام ہیں ہر شعبہ اپنے اپنے کام کے لئے ہے۔ اہل اللہ کا جو شعبہ ہے اس کا کام ہے کہ ہمیں اللہ کے قریب لے جائے وہ سفر جو ہم میں اور ہمارے خالق حقیقی کے درمیان بڑھ گیا ہے وہ پردے جو ہماری آنکھوں کے سامنے آگئے ہیں کہ ہم اپنے مالک کو نہیں پہچان رہے وہ شعور جو سو گیا ہے اور جس عظمت الہی سے بیگانہ ہو گیا ہے ان کے قریب آنے سے وہ حجابات اٹھنا شروع ہو جاتے ہیں وہ شعور بیدار ہونا شروع ہو جاتا ہے اور بندہ اپنے مالک کو اپنے قریب محسوس کرنے لگتا ہے۔ اب اگر اسے کوئی دنیوی فائدہ ہوتا ہے تو وہ اس کا مقدر تھا وہ یہاں نہ آتا تو بھی ہوتا۔ اگر کوئی دنیوی نقصان یا بیماری آتی ہے تو وہ بھی اس کا اپنا نصیب اور اس کا اپنا حصہ ہے۔ وہ ہر حال میں دھوپ چھاؤں گرمی سردی بارشیں خشک سالیاں یہ ہر حال میں آتی ہیں یہ ایک پراسس ہے فطرت کا نیچر کا ایک پراسس ہے فطرت کا ایک نظام ہے وہ چل رہا ہے اور وہ چلتا رہے گا۔

موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے احوال میں ملتا ہے کہ آپ علیہ السلام آرام فرما تھے لیٹے ہوئے تھے تو کمرے کی چھت پر چھوٹی سی کرلی چمٹی ہوئی تھی۔ اسی چھت کی لکڑی سے تو اس کی شکل بھی مکروہ ہوتی ہے کسی کھانے میں گر جائے تو زہر ملا دیتی ہے بندہ مر جاتا ہے یا قے کرنا شروع کر دیتا ہے شکل بھی بڑی مکروہ سی ہوتی ہے بدبو بھی بڑی مکروہ سی ہوتی ہے تو ویسے ہی آپ کو خیال گزرا کہ بارالہا تیرے نظام بھی عجیب ہیں اب اس اتنی بڑی زمین میں اتنی بڑی کائنات میں اتنے بڑے جہان میں یہ، اسکی کیا ضرورت تھی یہ نہ ہوتی توکیا فرق پڑتا یہ عجیب سی چیز عجیب سی مخلوق پیدا کر دی تو نے۔ اب اس کی کیا ضرورت تھی تو ہی جانتا ہے ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اس کے لئے کیا جگہ گنجائش تھی اور یہ کیا کر رہی ہے دنیا میں۔ تو فوراً" ارشاد ہوا اللہ کریم کی طرف سے کہ موسیٰ علیہ السلام تو نے اپنی بات تو کر لی اب اس کی بھی سن۔ تو جب آپ علیہ السلام متوجہ ہوئے تو وہ دعا کر رہی تھی کہ بارالہا لوگ تیری پوجا نہ کرتے یا کرتے تیرا کیا بگڑتا تھا کہ تو نے موسیٰ علیہ السلام پیدا کر کے فساد کھڑا کر دیا آرام سے لوگ بیٹھے تھے آپ موسیٰ علیہ والسلام نہ آتے نہ شور ہوتا نہ لڑائیاں ہوتیں نہ لوگ دریاؤں میں سمندروں میں غرق ہوتے۔ کیا تماشا بن گیا ہے ایک بندے کے آنے سے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کو نہ بھیجتا تیرا کیا بگڑ رہا تھا۔ تو سن کر انہوں نے فرمایا کہ بارالہا ہر چیز کو اپنا کام تو نے خود سمجھا دیا ہے اسے اپنے کام کی اہمیت کا احساس ہے دوسرے سب کو فالتو ہی سمجھا ہے کہ میں ہی اس جہان میں کام کر رہا ہوں میرے دم سے ہی یہ کائنات قائم ہے میں ہوں تو یہ سارا سلسلہ چل رہا ہے میں ہوں تو یہ ہو رہا ہے میں ہوں تو وہ ہو رہا ہے اور یہ سارا فسانہ ہے۔

یہ ہونا ہوانا یہ نظام یہ سلسلہ نہ تیرا محتاج ہے نہ میرا نہ ہم تھے نہ ہم ہوں گے یہ نظام تھا یہ نظام رہے گا۔ جب تک رب چاہے گا۔ رہے گا جب اس نے چاہا بنا دیا جب نظام تھا ہم نہیں تھے۔ نظام رہے گا' ہم نہیں ہوں گے۔ جب نظام تھا ہم نہیں ہوں گے کیا فرق پڑے گا۔ تو ہمارا آنا یہاں آنا جانا یہ لمحاتی سا چند گھڑیوں کا چند دنوں میں مہینوں سالوں کا صرف اس لئے ہے کہ اس منصہ شہود پر آکر ہم اپنے خالق اپنے مالک اپنے پروردگار کو دیکھ بھی سکتے ہیں اگر ایک راستہ اختیار کریں تو بہت بڑا انعام ہے یہ دنیوی زندگی

بہت بڑا احسان ہے یہ نفس اور یہ ضرورتیں۔ اتنا بڑا احسان ہے اللہ کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا یہی وہ نعمتیں ہیں جو ہمیں اپنی احتیاج کا احساس دلاتی ہیں اور عظمت کا شعور بخشتی ہیں ہماری کمزوریاں ہماری بیماریاں ہماری احتیاج ہماری مجبوریاں ہماری بھوک اور پیاس ہمیں یہ یاد دلاتی ہے کہ تلاش کرو کون ہے اس کا مداوا۔ کیا حل ہے اس کا کس کے پاس جائیں اور یہ کون کیوں اور کس جو ہے یہ ہمیں اللہ رب العزت کے روبرو لے جاتا ہے اگر یہ نہ ہوتیں تو ہم کیسے جاتے۔

لیکن اگر ہم انہی کی تکمیل کے اسیر ہو گئے اور ہم یہ بھول گئے کہ ان کا بنانے والا ان کا حل کرنے والا اس کا جواب دینے والا ان سے نجات دینے والا تلاش کرنے کی بجائے قریب ہے کوئی حیلہ تلاش کریں کہ یہ حل ہو جائیں بس خیر ہے پھر ضرورت نہیں تو مارے گئے۔ فاصلہ اور بڑھ گیا حجاب اور بڑھ گئے اور بندہ دو عالم میں اس لئے نقصان میں رہا کہ یہ زندگی ملی تھی آخرت کو حاصل کرنے کے لئے سب کچھ بھی پالیا آخرت نہ پائی تو زندگی تو کھو گیا۔ زندگی نصیب ہوئی تھی ملی تھی کہ اس زندگی میں ہم آخرت کو قرب الٰہی کو اپنے مالک کے جمال کو حاصل کر لیں اور پوری زندگی خرچ کر دی اور جس کام کے لئے خرچ کی وہ ہی نہ ہوا تو پوری زندگی خسارے میں گئی اور آخرت ازخود خسارے میں گئی کہ وہ جو خریدنا تھا مال خریدا ہی نہیں۔

تو عبادات کے لئے یہ شعور ہونا چاہئے بندے میں کہ میں عبادت اس لئے کرتا ہوں کہ وہ عبادت کا مستحق ہے اور یہ دعا کی جانی چاہئے کہ بارالہا مصیبتوں سے امان میں رکھ پریشانیوں سے امان میں رکھ دنیوی تکالیف سے پناہ دے لیکن اگر تکلیف بھی آجائے تو تیری یاد نہ چھوٹے مجھے اس مصیبت میں مبتلا نہ کرنا۔ پریشانی بھی آجائے تو وہ تیری یاد سے رکاوٹ کا سبب نہ بنے۔

اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ذرا ذرا سی بات پر یاد الٰہی سے پھسل جاتے ہیں ذرا سی بات پر سر میں درد ہے عبادت چھوٹ گئی طبیعت خراب ہے جو دنیا کی کوئی بیماری ہی نہیں یعنی دنیا کے کسی طب میں وہ ایلوپیتھی ہے ہومیوپیتھی ہے یا دیسی طب ہے کسی میں طبیعت خراب ہے کوئی بیماری نہیں لیکن ذرا طبیعت خراب ہے عبادت چھوٹ گئی ذکر چھوٹ گیا یادالٰہی چھوٹ گئی نمازیں چھوٹ گئیں کمال ہے عجیب طبیعت ہے کہ آپ دفتر بھی ہو آئے آپ نے کھانا بھی کھا لیا ملاقاتیوں سے ملاقات بھی کر لی کاروبار حیات بھی کر لیااور عبادت چھوٹ گئی اس لئے کہ طبیعت خراب ہے مہمان آگئے عبادت چھوٹ گئی اوقات ختم ہو گئے یا نماز نہیں پڑھی جاسکی کچھ لوگ آگئے کوئی کام نکل آیا تھا عبادت نہیں ہو سکی فرمایا کیا حاصل ہو گا اس عبادت کا۔ کیا قیمت ہے اس عبادت کی کہ کچھ بھی نہ کرنا ہو تو ہم نے عبادت کر لی۔ سب سے اور عجیب بات یہ ہے کہ سب سے پہلی زد ہماری صرف عبادات الٰہیہ پہ پڑتی ہے کوئی مجبوری کوئی مصیبت کوئی پریشانی کوئی کام نکل آئے تو سب سے پہلی زد جو پڑتی ہے وہ عبادات پہ پڑتی ہے۔

تو اللہ کریم فرماتے ہیں تیرا میرا رشتہ نہیں ہے کہ سب سے فارغ ہو تو تو مجھے بھی یاد کر لے بلکہ تیرا میرا رشتہ یہ ہے کہ کوئی کام ہو یا نہ ہو میری یاد نہ چھوٹے اور کوئی کام ہو الحمدللہ نہ ہو ماشاءاللہ اس کے بغیر گزارا ہو جائے گا۔ بھوک آگئی افلاس آگیا گزر جائے گا بیماری آگئی گزر جائے گی نہیں گزرے گی تو موت آجائے گی لیکن اللہ کی یاد نہ چھوٹے کہ اس یاد میں موت کا آجانا بھی حیات ہے۔ تو فرمایا کچھ لوگ تو ایسے ہیں میرے ساتھ بھی مذاق کرتے ہیں عبادت نہیں کرتے مذاق کرتے ہیں۔ یَعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ اللہ کی عبادت بھی مشروط سے انداز میں کرتے ہیں اگر کوئی دنیوی فائدہ ہوتا ہے تو ڈٹے رہتے ہیں یہ پیر صاحب بھی صحیح ہیں یہ وظیفہ بھی صحیح ہے یہ چلہ بھی صحیح ہے یہ بھی کرنا ہے یہ بھی کرنا ہے اور کوئی دنیوی فائدہ نہیں ہوتا تو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جاتے ہیں فرمایا ایسے لوگوں نے زندگی کا مصرف ہی نہیں سمجھا زندگی کیا ہے اور کس مقصد کو ہمیں

نصیب ہوئی وہ سمجھ ہی نہیں سکے یہ تو چند گھڑیوں کے لئے اس نے ہمیں اس میدان عمل میں بھیجا ہے کہ یہاں ہم اس کا وہ قرب حاصل کر لیں جو ہمیشہ ہمیشہ پھر ہمیں نصیب رہے اور اس سے انجائے کریں اور اگر یہاں سے کوئی خالی ہاتھ گیا تو ہمیشہ خالی ہاتھ رہا بات لمحوں کی ہے دنوں کی ہے برسوں کی ہے اس سے زیادہ نہیں۔ صدیوں جینا تو انسان کا مقدر ہی نہیں ہے غریب کا دن نہ سہی مہینے سہی مہینے نہ سہی تو برس سہی اللہ اللہ خیر سلا۔ وہ برس کتنے لمبے ہوں گے۔ لہٰذا اللہ کی عبادت اس لئے کی جائے کہ وہ مستحق ہے عبادت کا اس کی شان ایسی ہے ہماری حیات ہماری بقا اور ہماری دائمی زندگی کا راز اس میں ہے کہ ہم اللہ کا قرب حاصل کریں اسے پہچانیں ہماری تخلیق اس لئے ہوئی ہے کہ ہم اللہ کی عظمت کو پہچانیں انسان کمزور ہے اور یہ ضرور ہے کہ وہ دنیوی مصیبتوں سے بھی پناہ مانگے اخروی مصیبتوں سے بھی پناہ مانگے۔ لیکن دنیوی مصیبتوں سے بچاؤ کو شرط عبادت نہ بنا لے۔ اللہ کریم دین کا شعور اور توفیق عمل عطا فرمائے۔

عذابِ الٰہی کی نشانیاں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ جب میری اُمت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی:۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا ہیں؟ فرمایا:۔

(۱) جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔ (۲) امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔ (۳) زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔ (۴) شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے۔ (۵) بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔ (۶) آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔ (۷) مساجد میں شور مچایا جائے۔ (۸) قوم کا ذلیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔ (۹) آدمی کی عزت اسکی بُرائی کے ڈر سے ہونے لگے۔ (۱۰) نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔ (۱۱) مرد ریشمی کپڑے پہننے لگیں۔ (۱۲) گانے بجانے کے آلات عام ہونے لگیں۔ (۱۳) رقص و سرود کی محفلیں سجائی جانے لگیں۔ اور (۱۴) اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔ تو

جب یہ نشانیاں ظاہر ہو جائیں پھر لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت عذاب الٰہی کا انتظار کریں خواہ سُرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحاب سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی)

poverty of the Companions. To my mind, their attribute worth mentioning was their sincere and direct relationship with the Supreme Being. One glance from the Holy prophet (SAW) imbued their heats with Allah's love. There after, no calamity or tribulation could remove them from Allah's door, nor wealth and power could restrain them from His remembrance. Within a quarter of a century, the border of their state extended from China to Spain and from Siberia to south Africa. Such a vast empire has neve existed on the map of this world. The treasures of Rome, Persia and Yemen which comprised of tons of gold and jewels were distributed amongst them. Even this wealth which made them billionaires, could not diminish their supreme love for Allah, nor could it decrease their obedience to Allah and His Prophet (SAW). This is the acme of human excellence. The love for Allah and his beloved Prophet (SAW) should be so strong that it cannot possibly be replaced by anything, including wealth and power. Therefore it is desirable to acquire wealth lawfully and Protect it. The Holy prophet (SAW) is reported to have said, "It is much better to leave behind a prosperous family than destitute beggars." It has become a common day practice to criticize wealth and also acquire it at the same time. People earn money by preaching the blessings of poverty and hunger. Though it is good to possess wealth, it is equally undesirable to covet other's riches. Those persons who are employed in the service of charitable or donatory institutions, like, mosques or religious schools, should preferably not draw any payment from them. They should rather have a different source of earning. But if they are poor or do not get time, then it is lawful for them, to ask for only that much which can look after the essential requirements of their family. The Divine Commands: "Let him take thereof in reason" and "Allah sufficeth as a Reckoner" must always remain fresh in the mind. Everyone has to answer before Allah. This is food for thought for those who have turned the mosques, schools and religious preaching into luxuriant sources of easy income. It will be regretful that those people whose sermons save others from Divine Retribution, would themselves be chastised for devouring unlawful wealth. May Allah protect us from the humiliation of the Hereafter and grant us His Pleasure and Grace in both worlds. Ameen.

(Continued)

glected. The sisters are not given their due share from the property of their parents. Even the so "called pious people" persuade them to forego their share. These hepless souls have to concede because they know for sure that even otherwise they will get nothing and their refusal would only bring them undue displeasure. This is absolutely unlawful After all, why should they be deprived of their legal share from the property of their own parents? The same is the case of their mahar. Such nefarious practices of devouring their wealth are indeed deplorable.

THE IMPORTANCE OF WEALTH IN ISLAM.

Wealth however, is also not so insignificant that it can be squandered unnecessarily. It must instead be protected, because it possesses a lot of power and plays a major role in human life. Therefore to be wealthy is nothing bad, but it should be acquired through lawful means, and spent for legitimate needs and protected against wasteful expenditure. According to Al-Bukharri, anyone who is slain while guarding his wealth would attain the status of a martyr. Therefore, wealth should not be entrusted to anyone, whether an orphan, own son or wife, who is insane and incapable of its protection. Do fulfil their needs properly from their wealth and be kind to them. The purpose is to guard their wealth and not govern them. When such orphans reach an adult age, they should be tested and if you find them of sound judgement, then deliver their fortunes to them,. Do not squander their wealth nor yt devour it in haste to consume it before they grow up and its return becomes due. If you are rich, abstain from their property and keep your hands clean but if you are poor, then take a reasonable share for your guardianship. When you deliver up their fortune, have the transaction witnessed in their presence. Allah is sufficient as a reckoner and He is Aware of everything, but, under the rules, it is better to have witnesses so that no misunderstanding anses even in this wordly life. The condemnation of wealth by our religious scholars is based on the sinful life usually adopted by the rich who get more chances to sin than the poor. It is only for this reason that wealth was condemned. Otherwise, adopting lawful means to acquire wealth is a form of worship. It is a supreme effort and a great achievement to possess wealth and still restrain oneself within the limits of Shariah. The majority of our religious scholars are narrate stories about the

status. It becomes her personal Property and she has the right to keep it, give it to someone or invest it. There was a custom in the pre-Islamic period to marry women for an appointed time and money, which was mutually agreed upon by both parties. This temporary marriage was called "MUTAH". The Arabs often undertook trade trips and would contract this temporary marriage on halts enrouts Islam totally banned this practice. It's case is similar to wine, which was prohibited at a later stage but far from being lawful, it was always disliked in Islam. However, the orders of its total prohibition were revealed at Medina after migration (Flight of the Muslims from Mecca to Medina). In the same way, the orders prohibiting Mutah were also revealed after migration. But Islam had never considered it equivalent to legal marriage.

Islam made it obligatory for the man to pay the mahar to his bride on marriage, according to his capacity or his family position. This money would become her personal property, and she would thus join the known family as an honorable member of definite stateus and not as a maid servant. The husbands were commanded to pay their marriage gifts willingly and cheerfully. Nobody including parents or the husband may devour her money or she should be forced to forego her marriage gift. All these negative practices are forbidden by Islam. The custom of certain Arabs and other tribes to demand money for the girls on marriage is probably a tradition of the period of ignorance. Before the advent of Islam, women were sold, but Islam has given her a special status by providing her wealth at the time of marriage. Neither the parents are permitted to sell her nor the husband can forfeit her marriage gift. Hazrat Umar Farooq (RAU) paid forty thousand dinars as mahar at the time of his marriage with Umme-Kulsoom, the daughter of Hazrat Ali (RAU) (Owjaz-ul-Masalik). The rich and the nobles usually ignore this aspect and fix the gift of the marriage up to twenty or twenty five rupees, although this pracice is lawful it is not desirable. It is better to pay her with pleasure and sincerity a suitable amount which is not a burden and is according to the family position, so that she joins the new family as a member of equal status. However, if she willingly remits some portion of the gift,or gives the whole amount to the husband, it can be consumed happily and with pleasure, as this can be a way to strengthen mutual love and confidence. Unfortunately, except for some outward display, this important aspect is otherwise totally ne-

time he reached 58, he had four wives, and later on he married five more. These marriages not only served to disclose every aspect of his domestic life to the Ummat for guidance, but also caused the enormous expansion of the Islamic State which was not otherwise pssoible through hundreds of battles. Hazrat Umm-e-Salma (RAU) brought children with her which imparted practical education for the fostering of orphans. The marriage of Hazrat Jaweria (RAU) heralded emancipation of her entire tribe. Marise with Umm-e-Habiba (RAU) broke the back of the Makkans because she was the daughter of their chief Abu Sufian. Even the idolators could not criticize the virtue and piety of the Holy Prophet. He also possessed exclusive attitudes, like continuous fasting, the obligatory night prayers, non-distributon of his legacy, the ascent of his blessed body to the Great Throne, and the ban on his wives for a second marriage after his death. Allah had blessed an honoured them through their marriage with him.

The analysis of the life of the Holy Prophet (SAW), the political gains to the Islamic state through his. Marriages and their immense religious and educational value for the Muslims should suffice to quieten the objectors.

The Divine command to the Holy Prophet (SAW) : "You cannot marry with any more women except those you have already married" implies that it was a great honour for the lucky wives, a favour for the Ummah, and a blessing for the Islamic state including the nonbelivevers. I strongly and sincerely wich that the Muslims should study this aspect of the Prophet's life (SAW) so that their hearts become clear and they feel duly proud and not embarrassed or apologetic in any way for their religion. Maulanea Ashraf Ali Thanvi's book "Kasrat-e-Azwaj ie-Sahibhi all - Maraj" can be quite useful in this regard.

DIVINE DECREE ABOUT MARRIEQE GIFT

The MAHAR (gift of the marriage) is a Divine blessing for women and assigns them a respectable financial status in the new family. It is obligatory on the husband, and if it is not concluded at the time of marriage, then after going in with the wife, the equivalent of the current family "Mahar" would automatically become due. Although this religious obligation can be fulfilled even with a meagre amount but it is desirable to pay according to one's position and family

honour were openly traded. The wives were considered a property and were divided amongst the heirs (sons) along with other items of heritage. They were downtrodden everywhere in the East and the West. Islam not only defined their rights but also restored their status with respect and honour in the society. In the old times, they were downcasts, and today they are being used for pleasure and advertisement. Except in Islam, women have no standing in any Eastern or Western society, either at present or in the future. Everywhere they are devoid of respect and honour Despite this pitiful plight of women, the institiution of polygamy in Islam is criticized, and above all, people try to find faults and criticize the life of the Holy prophet (SAW). Leave the disbelievers aside, even the Muslims have been led astray. A westernised Muslim who came here from London for a few days suggested that our scholare should not discuss this aspect of the Holy Prophet's life (i.e. the marriages of the Holy Prophet) (SAW).

Allah be Glorified. He did not realise that this aspect of the Holy Prophet's life (SAW) was so bright and clean that even the idol worshippers of Makkah and the Jews of Arabia could not raise a finger against it. The people who object, always consider the Holy prophet (SAW) to be like themselves. The Holy Prophet (SAW) remained a bachelor for 25 years before marrying Hazrat Khadeja (RAU), who was much older than him, and the next 25 years of marriage were spent in total bliss and happiness with her. This portion of his luminous life has been presented as proof of his prophethood by the gracious Lord of the worlds. His remaining marriages took place after the age of 50, when the period of youth had already passeds. After the death of Hazat Khadeja (RAU) the Holy Prophet (SAW) married Hazrat Sauda (RAU), who remained his sole wife for 4 years, till the age of 54. Then, in (RAU). A year later he married Hazrat Hafsa (RAU) and Hazrat Zainab (RAU), daughter of Khezima, who died after one and a half years. In the fou the and fifth years of Hijra, he married Hazrat Umm-e-Salma (RAU) and Hazrat Zainab (RAU), daughter of Hajash, respectively. By this time the Holy Prophet (SAW) was fifty - eight years of age and had four wives. Afterwards, in the sixth year of Hija, he married Hazrat Jawaria (RAU) and in the seventh year of Hijra, Hazrat Umm-e-Habiba, Hazrat Safia and Hazrat Mailmuna (RAU) joined him as his wives. It is obvious that for the first 54 years of his life he had only one wife, and by the

recorded in Hindu religious books. The same practice was in vogue in the central Asian countries and also in Paris and Rome. One cannot deny the need and advantages of polygamy. In most of the countries, the women outnumber men. The men get killed in wars, while the women-folk are left behind and need some protection. Then the women have peculiar and different requirements as compared to men. Therefore, if polygamy is not permitted, then adultery will definicly set in the society. Its practical effects are being witnessed in the West. They prohibit polygamy against the traditions of their ancestors, but there is no restriction on illicit relationships. One cannot have more than one wife but can have innumerable relationships outside marriage. This practice has its inherent flaws because adultery is a great sin in itself and the other women (concubines) possess no legal rights. On the other hand, if left unchecked, people would resort to more marriages and ignore the rights of their wives. Islam has wonderfully rectified all such practices. It has restricted the number of wives to four. No Muslim can have more than four wives at a time. According to the Hadith, some Companions had five and even ten wives at the time of embracing Islam. The Holy prophet (SAW) bade them to keep four wives of their choice and set others free by divorce. Secondly, Islam has assigned equal treatment for all of them. It has warned the husband of Divine displeasure on his failure to comply with this injunction. By mentioning "Who seem good to you" in the beginning, Islam has pointed to the fact that your liking will greatly contribute to protect her rights, and when all the four wives are of your choice it would be easier to maintain equality. Of course the love and affection in your heart would vary for each, but practically all would be treated equal. If you find it difficult, which you will, then be cotent with only one wife a the captive maid who is Lawpe is you without which marriage. Remember that in the present times such conditions which make a captive lawful do not exist. Therefore, it is not correct to purchase a woman and treat her as a captive maid. This is not the right place to discuss the forms and conditions of this proposition, as it is a separate subject in it self.

ISLAM'S FAVOUR TO WOMEN

Islam announced the rights of women at a time when they were considered a mere toy. They were buried alive, and their respect and

the legal or the illegitimate with the legitimate. The learned commentators of the Holy Book have explained both aspects in detail. Do not spoil your lawful possessions by illegally annexing the property of orphans, nor exchange your inferior belongings like dresses, utensils or animals, with their superior possessions. This was a nefarious practice which prevailed before Islam and is a great sin which attracts divine wrath and deprivation as compared to other crimes.

When an orphan reaches the age of puberty, his legal property is returned to him, after which he is not referred to as an orphan, but here in this verse they are mentioned as orphans and it is emphasised, that their property be returned to them when they reach puberty. The Holy Prophet (SAW) is reported to have said: "To respect the rights of relatives, to live in love and harmony with mutual brotherhood for the betterment and welfare of the entire humanity is real human excellence" Such people are loved by Allah Almighty, and as result their love is a source of comfort for others. On the other hand, those who wrongly desire the riches and possessions of others are human parasites and accordingly earn Allah Almighty's annoyance and displeasure.

RECTIFICATION OF A WRONG CUSTOM

The second point relates to the marriage of orphan girls. Before Islam, the successors (heirs) married the orphan girls for their wealth, but never cared for their rights. This was another way of extortion. Islam has forbidden to marry the orphans when their rights cannot be protected, and has instead allowed a man to marry two, three or four of the permitted women at one time. But remember that their rights have to be respected. Be aware lest you select one as your beloved and ignore others. All (wives) would have to be treated equally. Do not deliberately usurp their rights. If you feel that it is difficult, then marry only one woman or the captive that you possess. That way you may be protected against doing injustice to yourself and others.

NUMBER OF WIVES

Polygamy has not been instituted by Islam. It was a common custom of the pre-Islamic era and was considered lawful by all religions and nations of the world. It was practiced not only in Arabia but also in Iran, Egypt, Babylon and India. The Hindu god Krishan had hundreds of wives. This fact is still

Secrets and Explanations.

"O mankind: do not spoil your relationship with the Lord of the worlds, who caters for all your needs. He who created you from one soul (Adam)". The human race has its common origin from one man. This is the reality of human brotherhood. From that one person his mate was created. The Almighty could have created Eve (the wife of Adam) and the entire human race from and created the second from the first. From these two, He spread in the world a multitude of men and women. They may be of various colours, languages and heights but their origin is one. The complete human race is interlinked. They are part of one soul, therefore they have deep-rooted mutual love in them. They are expected to respect each other's rights. When the branches and leaves of a tree intertwine, they cast a thicker shade. There may be a difference of opinion amongst human beings for the betterment of their race, but the differences are not expected to lead to dissent and destruction.

Islam, the complete code of life, defines the rights of everybody, including the nobelievers, and does not permit any oppression. The believers are never expected to exceed the laid down limits and must respect the rights of everyone, including the women and the orphans. Transgression is completely disapproved by Allah Almighty. Remember the fact that when you claim your own rights, you resort to all sorts of methods and cry for justice, appeal for the sake of Allah, pray in earnest desire and plead that mutual rights must be respected. Is this not true? But in return, do you also keep this fact in mind that Allah, the Beneficient, Lord of the worlds is Aware of your deeds including your innermost feelings and the entire humanity is bonded in the relationship of a common origin. This fact must always remain fresh in our foremost consciousness, both while demanding our rights and honouring the rights of others.

TREATMENT OF ORPHANS

The orphans require your special personal attention, because there is none to plead for them. Never deprive them of their legal share. Do not exchange illegal with